WWW.PAKSOCIETY.COM

قسط نمبر3

یارب

غلام میران

عدم ادراک سے ادرک تک کی داستان۔ ایک مجرم کی روداد جسے اس کے احساس ندامت نے مجرم نہ رہنے دیا۔کسی برگزیدہ ہستی کی نظرکا کرشمہ۔ایک بے وفا کی بے وفائی کا فسانہ۔

کسی کی بے لوث چاہت کی کہانی۔

ایک عظیم ذی روح کی عظمت کا احوال جوموت کی اذیت بھلا کر اخبار کے گردآلو ٹکڑے پر معاف لکھتا رہا۔

ایک بلند حوصلہ باپ کی بپتا جو اپنے بیٹے کی وصیت پر پابند رہا۔

سلاخوں کے پیچھے مقید قیدیوں کے لیے امید کی ایک کرن۔

آشفتہ دلوں کے لیے بطور خاص آنسوؤں کی روشنائی سے لکھا جانے والا ناول۔

آج پندرہ سالوں بعد میں اپنے دیس کی فضاؤں میں لوٹ رہا تھا کچھ ہی سمے میں ہم علامہ اقبال انٹرنیشنل ائرپورٹ کے رن وے پر اترنے والے تھے۔ ہوائی جہاز کی میزبان حفاظتی بیلٹ باندھنے کے لیے اعلان کر رہی تھی۔ میں نے بائیں جانب گردن گھما کر دیکھا میرے دونوں بچے تانیا اور آیان اعلان سنتے ہی اپنے اپنے حفاظتی بیلٹ باندھ رہے تھے۔ یہ تسلی ہوجانے پر کہ دونوں نے اچھے سے حفاظتی بیلٹ باندھ لیے تھے میں نے دائیں جانب میرے ساتھ بیٹھی یومنہ کی طرف دیکھا۔ وہ بے حد پرمسرت دکھائی دے رہی تھی اور ہمیشہ کی طرح ڈرتے ہوئے اس نے میرے ایک بازو کو مضبوطی سے اپنی گرفت میں لے رکھا تھا۔ میں نے ہاتھ بڑھا کر اس کے سر کو اپنے کاندھے سے لگا لیا اور وہ نگاہیں اٹھائے مسکاتے ہوئے وارفتگی سے میری جانب دیکھتی رہی اور میں سوچ رہا تھا کہ ان پندرہ سالوں میں، میں نے ایسا وہ سب کچھ پایا تھا جو میں نے کبھی خواب وخیال میں نہ سوچا تھا اور ایسا کچھ اتنا کھویا تھا کہ جو میرے وہم وگمان میں بھی نہ تھا۔ آج برسوں بعد میں پھر سے عجب سیمابی کیفیت میں مبتلا ہورہا تھا جہاز کی سیڑھیاں اترتے ہوئے مجھے یہ احساس ہورہا تھا کہ مجھ سے جڑے خواب، خیال اور یادیں میرا پیچھا چھوڑنے کو تیار نہ تھے۔ یہ وہی ائرپورٹ تھا جہاں میں عمیرہ کو راحت عبدالغنی سے ملوانے لایا تھا راحت میرے لیے وہ ہستی تھی جس لمحے مجھے عشق واقعتاً عشق کا مفہوم سمجھایا تھا جس ذات سے میں نے عشق کے آداب وتقاضے سیکھے اور میرا عشق فقط ایک بساط کا کھیل، دھیرے دھیرے جہاز کی سیڑھیاں اترتے ہوئے میں اپنے ماضی میں پہنچ چکا تھا۔

اس روز گھر میں عجب تلاطم بپا تھا بڑے ابا کو میں

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

نے پہلے کبھی اتنا شدید غصے میں نہ دیکھا تھا انہوں نے حویلی کے وسیع صحن میں سبھی چھوٹے بڑوں اور ملازموں کو جمع کر رکھا تھا جب سبھی وہاں جمع ہو گئے تو بڑے ابا کی رعب دار اونچی آواز سن کر میں بھی ایک جانب سے سیڑھیاں اترتے ہوئے ان کے قریب جا کھڑا ہوا تھا وہ میرے اتنا پیار کرنے والے بڑے ابا تھے کہ کبھی جو جوش وارفتگی سے میں عقب سے آ کر انہیں اپنی بانہوں کے حصار میں لے کر اٹھا لیا کرتا تو وہ پھر چھوٹتے ہی کیسے لاٹھی اٹھائے میرے تعاقب میں دوڑتے تھے اور میں جو اپنے دونوں بازوں کو ڈھال بنا کر زمین پر بیٹھ جایا کرتا تھا تو پھر میرے قریب پہنچ کر بجائے مجھے مارنے کے لاٹھی پھینک کر مجھے اپنے سینے سے لگا لیا کرتے تھے۔ گویا میں آج بھی ان کے لیے وہی دو چار سال کا نٹ کھٹ سا طٰہٰ عالم تھا۔

آج انہی بے پناہ محبت دینے والے بڑے ابا کے سامنے مجھے نگاہیں اٹھانے کی جرأت نہیں ہو پا رہی تھی اور اب جو وہ بول رہے تھے اس نے میری ہمت اور بھی پست بنا دی تھی مجھے فقط ان کا ایک ہاتھ دکھائی دے رہا تھا جس ہاتھ سے انہوں نے لاٹھی تھام رکھی تھی جو پینڈولم کی طرح مسلسل ہل رہا تھا اور دوسرا ہاتھ جو میری جانب اٹھا تھا اسے دیکھنے کی مجھ میں ہمت نہ تھی۔

''پوچھو اس سے کہ اس گھر کی دہلیز پار کرتے ہوئے جسے اپنے والدین کی عزت کا خیال تک نہیں آیا وہ اس وقت کہاں ہے؟ کہاں چھپا رکھا ہے چوہدری عبدالغنی کی بیٹی کو؟ میں کہتا ہوں اسے میرے سامنے لاؤ میں اس سے خود پوچھتا ہوں کہ اسے اگر اپنے خاندان کی عزت غیرت کا پاس لحاظ باقی نہیں رہا تو ہماری عزت کو تو یوں داغ دار نہ کرتی پھرے۔'' آخری بات کہتے ہوئے بڑے ابا کی رعب دار آواز میں قدرے پستی اور ملال تھا اور میں جو یہ ظاہر کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ میں اس سارے معاملے سے بے خبر ہوں بڑے ابا کہ مجھ سے سوال اٹھانے پر اب سبھی کا ردعمل دیکھنے کو بڑی ہمت جٹا کر میں نے اک لمحہ بھر کو نگاہ اٹھا کر دیکھا سب سے پہلی نگاہ جو چچا مرزا پر پڑی وہ شدید غصہ میں لگ رہے تھے۔ ان کی آگ برساتی نگاہوں کی تاب نہ لاتے ہوئے میری نظر ساتھ ہی کھڑی ماں پر پڑی وہ مجھے متعجب نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ جن میں ان گنت سوال تھے۔ میرے قریب ہی میرے ابا خورشید عالم کھڑے تھے میری نگاہ' جو ان سے ملی تو جیسے نخلستان میں پیاسے کو پانی مل گیا ہو۔ وہ مجھے فقط چپ رہنے کا اشارہ کر رہے تھے۔ وہ دو ایک قدم چل کر ذرا سا میرے قریب ہوئے وہ مجھے کاندھے سے تھامے مجھے جھنجوڑتے ہوئے مخاطب کیا۔

''میں یہ سب کیا سن رہا ہوں، تمہارے بڑے ابا یہ کیا بول رہے ہیں، طٰہٰ۔'' وہ اتنا کہہ کر خاموش ہو گئے وہاں کھڑے گھر کے سبھی لوگ اسے میرے ابا کی طرف سے سرزنش سمجھ رہے ہوں گے۔ انہیں ایسا ہی محسوس ہوا ہو گا لیکن فقط میں یہ بات جانتا تھا کہ درحقیقت انہوں نے مجھے تھپکی لگائی تھی۔

وہ چوہدری عبدالغنی جو ابا کے مقابلے میں ہر سال الیکشن جیت جایا کرتے تھے جو ابا کے سیاسی حریف تھے۔ راحت عبدالغنی انہی کی بیٹی تھی اور میرے ابا خورشید عالم جانتے تھے کہ جو مہرہ ان کے ہاتھ لگا تھا وہ سیاست کی بساط میں کسی بھی لمحے بازی پلٹنے کی اہلیت رکھتا تھا۔ وہ اسی مقصد سے مجھے تھپکی لگا رہے تھے اور ساتھ ہی ساتھ وہ بڑے ابا

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

کے رعب و دبدبے کے سامنے بے حد ڈرے ہوئے بھی لگ رہے تھے انہیں خوف اس بات کا تھا کہ اگر یہ ثابت ہوگیا کہ واقعتاً ان کے سیاسی حریف چوہدری عبدالغنی کی دختر اوران کے بیٹے طٰہٰ کے درمیان کوئی معاملہ ہے تو پھر آج ہی فیصلہ ہوجائے گا۔ ہاتھ لگا موقع ان کے ہاتھ سے نکل جائے گا ان کے ہاتھ ایسا تاش کا پتا لگا تھا جسے وہ موقع آنے پر ہی پھینکنا چاہتے تھے اور یہ تبھی ممکن تھا کہ اگر یہ بات دبی رہے کہ ان کا چراغ کیا گل کھلا رہا ہے۔ نجانے کس بد بخت نے بڑے ابا کے کان میں پھونک دیا تھا کہ آج چوہدری عبدالغنی کی بیٹی کالا عبایا اوڑھے ان کے گھر داخل ہوئی تھی اور پھر میرے اور راحت کے درمیان چل رہے عشق کے کھیل کا بھی انہیں پتا لگ چکا تھا وہ جو دوسروں کی عزت پر سایہ کیے رہتے وہ اپنی عزت لٹتے کیسے برداشت کر سکتے تھے۔ مجھے اچھے سے یاد ہے جب ہمارے ہمسائے ماں جائے موسیٰ بھائی کی بیٹی کو کسی نے اٹھا لے جانے کی دھمکی دی تھی تو موسیٰ بھائی بڑے ابا کے پاس یہ کہنے بھی نہ آئے تھے کہ خوشی محمد میری عزت کو بچا لے تیرا تو زور بھی چلتا ہے انہیں تو فقط کہیں سے یہ بھنک لگی تھی کہ جہاں کہیں ان کی دختر کا لگن طے ہوا تھا وہ بعد میں معلوم پڑا کہ کوئی اچھے لوگ نہ تھے موسیٰ بھائی نے لگن توڑ دیا اور وہ ایسا کرتے ہی انہیں اوقات دکھانے آ گئے جس روز بڑے ابا کو اتنا معلوم پڑا' انہوں نے اسلحہ کی پٹیاں گھر میں ڈھیر لگا لی۔ اوپر چھت کا عقبی حصہ جہاں سے موسیٰ بھائی کے گھر داخل ہونے نکلنے کے سبھی راستوں پر نظر رکھی جا سکتی تھی بڑے ابا وہاں مورچہ لگا کر بیٹھ گئے وہ جانتے تھے کہ دن کے اجالے میں ایسی جرأت کسی میں نہ تھی کہ خوشی محمد کے محلے کی عزت کی طرف کوئی آنکھ اٹھا کر بھی دیکھے ایسی بزدلانہ حرکت کوئی رات کی تاریکی میں ہی کر سکتا تھا بڑے ابا دن بھر سونے اور رات پہرے دار بنے مورچے میں سپاہی کی طرح چاک و چوبند حفاظت کے لیے کھڑے رہتے۔ یہ بڑے ابا کی جرأت دلیری ہی تھی کہ دشمنوں تک بھی یہ خبر جا پہنچی تھی کہ موسیٰ بھائی کی بیٹی کی طرف کوئی نگاہ اٹھانے کی بھی جرات نہ کرے ان کی عزت کی رکھوالی خود خوشی محمد کر رہے تھے۔ کئی روز تک بڑے ابا پہرا دیتے رہے اور ایک روز موسیٰ بھائی بھیگی آنکھوں کے ساتھ بڑے ابا کے پاس آئے انہوں نے اپنی دختر کو کسی اچھے سے گھرانے میں عزت کے ساتھ رخصت کر دیا تھا وہ بڑے ابا کے بے حد مشکور تھے۔

''یہ کیا بتائے گا کبھی کسی چور نے بھی کہا ہے کہ چوری میں نے کی ہے یہ ساری تمہاری ڈھیل کا نتیجہ ہے خورشید عالم۔'' میں چچا مرزا کی بات سن کر ایک دم سے خیالون کے دائرے سے پلٹا وہ میرے ابا سے بات کرنے کے بعد بڑے ابا سے مخاطب تھے۔

''اسے باہر ووٹ اکٹھے کرنے سے فرصت ملے تو دیکھے ناں کہ گھر میں کیا ہو رہا ہے ہماری اپنی بچیاں بھی تو کل کو جوان ہوں گی ان کے ذہنوں پر کیا اثر ہوگا۔'' ایسا کہتے ہوئے چچا کا غصے اور ندامت سے سر جھک گیا وہ بڑے ابا کے سامنے سر جھکائے ان کے فیصلے کے منتظر تھے لیکن فیصلہ تو تب ہونا تھا جب یہ ثابت ہو جاتا کہ واقعتاً چوہدری عبدالغنی کی بیٹی آج اس حویلی میں موجود تھی۔

راحت عبدالغنی سے میری پہلی ملاقات اکیڈمی میں ہوئی تھی۔ میں تو اس کا نام تک نہیں جانتا تھا

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

تب تک میں نہیں جانتا تھا کہ وہ چوہدری عبدالغنی کی بیٹی تھی۔ میں تو بس اسی جنون میں رہتا تھا کہ مجھے بھی مصطفیٰ عالم کی طرح صوبے بھر میں پوزیشن لینا تھی۔ ہم دونوں مختلف کالجز سے ایف ایس سی کررہے تھے لیکن وہ شہر کی واحد اکیڈمی تھی جس کی فیکلٹی بہت عمدہ تھی سبھی ٹاپ پوزیشن ہولڈرز اس اکیڈمی سے رخصت ہوتے تھے خود بڑے بھائی مصطفیٰ عالم بھی اسی اکیڈمی سے فارغ التحصیل تھے اس روز معمول کے مطابق میں اکیڈمی پہنچا لیکن مجھے کچھ تاخیر ہوچکی تھی پروفیسر لیکچر کا آغاز کرچکے تھے پہلی دو قطاروں میں لڑکیاں بیٹھا کرتی تھیں اور اس کے بعد ہال کے عقبی حصے تک لڑکے بیٹھے ہوتے تھے ظاہر سی بات تھی مجھے پچھلی ہی کسی نشست میں جگہ ملا کرتی تھی لیکن آج جب مجھے اکیڈمی پہنچنے میں دیر ہوچکی تھی تو وہاں ہال میں پہنچ کر میں نے نظر دوڑائی پچھلی ساری نشستیں پر ہوچکی تھیں میں نے اگلی قطاروں میں دیکھا ایک نشست خالی پڑی تھی اس سے پہلے کہ میں ہال کے عقبی حصے کی جانب بڑھتا اور آج کھڑا ہوکر لیکچر سنتا مجھے ہمارے استاد نے اشارے سے لڑکیوں کی قطار میں موجود پہلی خالی نشست پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور میں کچھ جھجکتا شرماتا اس خالی کرسی پر جا بیٹھا۔ بیٹھتے ہی میں نے اک نگاہ اٹھا کر اپنے بائیں جانب بیٹھی لڑکی کی طرف دیکھ عین اسی لمحے اس نے بھی میری جانب ایک اچٹتی سی نگاہ ڈالی اور پھر وہ بھی لیکچر نوٹ کرنے میں لگ گئی اور میں نے بھی جھٹ سے اپنی نوٹ بک نکالی اور لیکچر سنتے ہوئے جہاں کوئی خاص بات ہوتی اسے میں اپنی نوٹ بک میں درج کرلیتا۔ مختصر دورانیے کا یہ پیریڈ یوں ہی اپنے اختتام کو پہنچا اور میں نے جھٹ سے نوٹ بک اپنے بیگ میں رکھی تیز تیز قدم بڑھاتا بائیک اسٹینڈ تک پہنچا اور بیٹھتے ہی کک لگا کر دوسری اکیڈمی کی جانب چل پڑا بس یہی معمول تھا میرا نہ تو کوئی لڑکا یہاں اس اکیڈمی میں میرا دوست تھا اور نہ ہی مجھے اتنی فرصت تھی کہ میں چوری چوری نگاہوں ہی نگاہوں میں کسی لڑکی سے تعلق نباہنے کی جہد کرتا۔

اگلے روز میں معمول کے مطابق وقت پر اکیڈمی پہنچا تھا لیکن اس روز میرے ساتھ ایک خلاف معمول واقعہ پیش آیا تھا اس روز راحت عبدالغنی کو اکیڈمی پہنچنے میں دیر ہوگئی تھی سبھی پہلی قطاریں پُر تھیں اور آج فقط میرے ساتھ والی نشست خالی پڑی تھی مجھے نہیں علم وہ کب میرے پاس پڑی خالی نشست پر آ کر بیٹھ چکی تھی۔ پیریڈ کے اختتام پر ایک ہاتھ میری جانب بڑھا

''مجھے راحت عبدالغنی کہتے ہیں اور آپ۔''

میں نے چونک کر اس کی جانب دیکھا وہ مسکراتے ہوئے بے حد حسین لگ رہی تھی اور اس کا ہاتھ ابھی تک ہوا میں ہی معلق تھا لامحالہ میں نے اپنا ہاتھ بڑھایا۔

''جی مجھے طٰہٰ عالم کہتے ہیں۔''

''نائس ٹو میٹ یو۔'' یہ کہتے ہوئے وہ اٹھی اور چلی گئی اور میں جیسے دھیرے دھیرے کچھ سوچتے ہوئے اپنی نشست سے اٹھا وہ دروازے سے باہر جارہی تھی جب ایک بار پھر سے اس نے پلٹ کر مجھے دیکھا۔

''بائے۔'' اس نے وہیں کھڑے، ہاتھ کے اشارے سے مجھے الوداع کیا اور جواباً میں نے فقط اپنا سر ہلانے سے ہی کام چلایا پھر میں بھی بائیک اسٹینڈ تک باہر آ پہنچا تب تک وہ بی ایم ڈبلیو اسے

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

لے کر آگے بڑھ چکی تھی۔

آج بائیک کو کک لگا کر میں اڑا ہی جا رہا تھا دل تھا کہ سینے سے پھٹ کر باہر آنے کو بے تاب ہوئے جا رہا تھا۔ فروری کی سرد ہوا مجھ میں نرم گرم کوسا کوسا احساس جگا رہی تھی۔ مچلتی بہار، میٹھی میٹھی دھوپ پورب سے چلتی پروائی سبھی کچھ اتنا بدلا بدلا سا کیوں لگ رہا تھا گلے میں سردی سے بچنے کے لیے لٹکے رومال کو کھول کر ہوا میں لہرانے کو جی چاہ رہا تھا۔ اس روز میں دوسری اکیڈمی نہیں گیا ویسے بھی دوسری اکیڈمی میں نے فقط ٹیسٹ دینے کے لیے ہی جوائن کر رکھی تھی۔

گھر پہنچ کر میں سیدھا اپنے کمرے میں پہنچا اور دیر تک آئینے میں کھڑا خود کو دیکھتا رہا کبھی خود کو ہی دیکھ کر مسکرانے لگتا تو کبھی بال بنانے لگتا۔

''مجھے راحت عبدالغنی کہتے ہیں۔'' مجھے اپنی جانب بڑھا اس کا ہاتھ گویا پھر سے دکھائی دے رہا تھا جی مجھے طٰہٰ عالم کہتے ہیں میں نے آئینے کے سامنے اپنا ہاتھ بڑھایا اور پھر اسی ہاتھ کو اپنے بالوں میں گھما کر اچھل کر بیڈ پر چھلانگ لگا دی۔

''کون ہے وہ؟ مسٹر طٰہٰ عالم۔'' میں خود سے ہی مخاطب تھا بی ایم ڈبلیو سے تو لگتا ہے کوئی بات بن سکتی ہے کسے بتاؤں اکیڈمی میں تو میں نے کوئی دوست بھی نہ بنایا تھا کبھی پڑھائی سے سر اٹھانے کی فرصت ہی نہ ملی تھی کہ دوست بناتا اور اللہ نے ذہن بھی ایسا عطا کیا تھا کہ مجھے ضرورت نہ تھی کہ میں کسی سے مدد حاصل کرنے کے لیے دوستی کرتا پھر یکا یک مجھے ضیا کا خیال آیا میرے گھر سے ایک گھر چھوڑ کر تیسرا گھر اس کا تھا۔ وہ میرا قریبی ہمسایہ اور بچپن کا دوست بھی تھا بچپن میں کی سبھی شرارتوں کا ماسٹر مائنڈ وہی ہوا کرتا تھا چھرے والی بندوق سے ننھی منی چڑیوں کا شکار ہو یا نہر کنارے سارا دن کانٹا ڈالے مچھلی لگنے کا انتظار بگو کے گھر سے بیر اور امرود چرانے ہوں یا سائیکل کی ریس وہ ہر کام میں مجھ سے دو ہاتھ آگے ہی رہتا تھا لیکن اب اس کے دو ہی شوق باقی تھے۔ ڈور، دھاگہ پتنگ اور ون ویلنگ اور میں جانتا تھا کہ وہ مجھے اس وقت کہاں مل سکتا تھا۔ میں اپنے کمرے سے نکلا اور سیدھا چھت پر جا پہنچا اجلے نیلے آسمان پر کہیں کہیں دودھیا سفید بادل دکھائی دے رہے تھے ہلکی ہلکی ہوا چل رہی سرد ہوا سورج کی کرنوں سے دہک کر نرم گرم سی محسوس ہو رہی تھی اور میری نگاہیں آسمان کی وسعتوں پر ہی مرکوز تھیں۔ ضیا مجھے اپنی چھت پر دکھائی نہیں دیا تھا لیکن اس کی موجودگی یا غیر موجودگی کا پتا آسمان پر اڑتی پتنگ سے ہی لگایا جا سکتا تھا اور اگلے ہی پل مجھے اوپر بہت اوپر بادلوں سے بھی آگے پدی کی طرح اڑتی اس کی پتنگ دکھائی دی اور میرا من اس لمحے چاہا میں چھتیں پھلانگتا ہوا جاؤں اور ضیاء جس ڈور سے پتنگ اڑا رہا تھا اس ڈور سے جڑا میں بھی اوپر بہت اوپر بادلوں سے بھی آگے پہنچ جاؤں اور جب نیچے دیکھوں تو مجھے راحت عبدالغنی اپنے گھر کی چھت پر کھڑی دکھائی دے جائے۔ راحت کا خیال آتے ہی میں نے ہوا سے اڑتے بے ترتیب ہوتے اپنے بالوں کو ہاتھ بڑھا کر اپنی جگہ بٹھانے کی ناکام کوشش کی اور پھر اگلے ہی لمحے گھر کی چھت پھلانگ کر میں ضیا کے گھر کی چھت پر جا پہنچا وہ چھت پر پڑی چارپائی پر لیٹا ہاتھ میں پتنگ کی ڈور تھامے میٹھی میٹھی دھوپ میں جیسے اونگھنے والا ہی تھا جب میں دبے پاؤں چپکے سے جا کر اس کے پاس چارپائی پر جا بیٹھا یکا یک اس نے اپنے قریب کسی

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

کی موجودگی کو محسوس کرلیا تھا سورج کی تیز کرنوں سے بچنے کے لیے وہ آنکھیں موندے پڑا تھا آنکھیں کھلتے ہی وہ مجھے اپنے پاس بیٹھا دیکھ کر مسکراتا ہوا اٹھ بیٹھا۔ شہزادے آج میری یاد کیسے آ گئی اس نے پتنگ کی ڈور کو ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں منتقل کیا اور اپنا ہاتھ میری جانب بڑھاتے ہوئے کہا۔ میں نے اگلے ہی پل اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر خود سے ذرا قریب کرلیا اور پھر رازدارانہ انداز میں اسے بیتے دو دنوں کی ساری روداد سنا دی۔ میری باتیں سن کر جیسے اس کی آنکھوں کی چمک ذرا بڑھ گئی تھی' وہ سمجھ گیا تھا کہ اسے سب کچھ بتانے کے پیچھے میرا کیا مقصد تھا مجھ سے دریافت کرنے لگا کہ تم اسے جانتے ہو وہ کون ہے۔ کہاں رہتی ہے لاعلمی کا اظہار کرنے پر وہ مجھے بتانے لگا کہ کیسے میں پہلے یہ پتا لگاؤں کہ وہ کون ہے، خاندان کونسا ہے رہتی کہاں ہے اور جب ضیا سے یہ ساری باتیں جان کر میں گھر واپس لوٹ رہا تھا تو مجھے ضیا بہت پیارا لگ رہا تھا۔ ایک ایسا دوست جسے میں اپنی ساری کہی ان کہی کہہ سکتا تھا۔

اگلے روز کلاس میں پھر ایک غیر متوقع واقعہ پیش آیا۔ راحت عبدالغنی آج کسی مجبوری سے نہیں بلکہ خود اپنی منشا سے میرے ساتھ والی کرسی پر آ بیٹھی میں نے اس کے سلام کا جواب دیا اور پھر لیکچر شروع ہوگیا۔ کل اکیڈمی سے لوٹ کر میں نے اپنا بیگ تک نہ کھولا تھا اسی وجہ سے مجھے لیکچر کو سمجھنے میں کچھ دشواری کا احساس ہو رہا تھا اور میں یہ بھی چاہ رہا تھا کہ لیکچر جلد سے جلد ختم ہو تو میں راحت سے کوئی بات کرسکوں اور شاید وہ بھی جاننا چاہتی تھی کہ میں کہاں سے ہوں کون سے خاندان سے ہوں لیکن جیسے ہی لیکچر ختم ہوا مجھے ایک ننھے سے بچے کی آواز سنائی دی۔

''راحت آپی جلدی آجائیں۔'' اس آواز پر میں ہی نہیں سبھی نے گردن گھما کر ہال میں داخل ہونے والے دروازے کی جانب دیکھا جہاں ایک بہت پیارا سا بچہ اسکول یونیفارم میں کھڑا تھا وہ اس آواز پر جھٹ سے اٹھی اور پھر ہال سے باہر نکل گئی میں بھی اس کے تعاقب میں تیز تیز قدم بڑھاتا باہر کی جانب بڑھا' ابھی وہ گاڑی میں بیٹھ ہی رہی تھی گاڑی میں پہلے سے ایک چھوٹی بچی موجود تھی۔ مطلب وہ دو بہنیں اور ایک ہی اس کا بھائی تھا جب تک اس کا ڈرائیور گاڑی آگے بڑھاتا میں اپنی بائیک پر بیٹھا ہیلمٹ پہن رہا تھا میں نے پہلے کبھی ایسی حرکت نہ کی تھی اور کبھی ایسا واقعہ بھی تو پیش نہ آیا تھا جب میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی اور اس سے پہلے کہ ان کی گاڑی میری نگاہوں سے اوجھل ہوجاتی میں نے اپنی بائیک اس کی گاڑی کے پیچھے لگا دی۔ اب میں اس کی گاڑی کے تعاقب میں جا رہا تھا۔ میری بائیک اور اس گاڑی کے درمیان فاصلہ نہ تو بہت کم تھا اور نہ ہی بہت زیادہ لیکن کبھی سگنل پر رکتے ہوئے مجھے یہ احساس ضرور رہتا کہ میں اس کی گاڑی سے قریب ہی رہوں۔ تھوڑا ہی فاصلہ طے کرنے کے بعد مجھے کچھ حیرت کا احساس ہو رہا تھا کہ جس راستے سے میں گھر لوٹتا تھا یہ وہی راستہ بالآخر ایک جگہ پہنچ کر اس کی گاڑی رک گئی اور مجھے ابھی تھوڑا اور آگے جانا تھا۔ اس کی گاڑی تو رک گئی لیکن میں نے نہ تو اپنی رفتار کم کی اور نہ ہی میں نے رک کر یہ پتا کرنے کی کوشش کی کہ بالآخر وہ گاڑی کون سے گھر میں داخل ہوگئی اور میں تو یہ بھی نہیں جانتا تھا

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

کہ میں ایسا کیوں کر رہا تھا۔

اگلے روز اکیڈمی میں لیکچر کے اختتام پر جب سبھی کلاس سے نکل رہے تھے تو فقط میں اور راحت عبدالغنی اپنی اپنی نشست پر بیٹھے رہے مجھے تعجب اس بات پر ہو رہا تھا کہ ہم ساتھ بیٹھے تھے اور اپنی نوٹ بک قلم بیگز میں رکھتے ہوئے ایک دوسرے سے کوئی بات ہی نہ کر پا رہا تھے لیکن پھر راحت کی بات پر میں ایک دم سے چونکا وہ مجھ سے ہی مخاطب تھی۔

''کمال ہے آپ اکیڈمی سے میرے گھر تک میری گاڑی کا پیچھا کرتے آئے اور جب آپ سے ملنے کے لیے میں نے ڈرائیور سے کہہ کر گاڑی رکوائی تو جناب رکے ہی نہیں۔'' وہ اتنا کہہ کر اب سوالیہ نگاہوں سے میری جانب دیکھ رہی تھی۔ اس کی پہلی بات پر تو جیسے میں گھبرا گیا تھا جیسے میرا اوپر نیچے کا سانس رکنے لگا تھا۔ مجھے لگا وہ یہ جاننے کے بعد کہ میں کل اکیڈمی سے نکلنے کے بعد اس کی گاڑی کے تعاقب میں رہا تھا وہ کہیں میرے بارے میں غلط رائے نہ قائم کرے اس کی اگلی ہی بات پر کہ اسے جب پتا چل گیا تھا کہ میں اس کی گاڑی کے تعاقب میں ہوں اور اس نے خود ڈرائیور سے کہہ کر گاڑی رکوائی تھی مجھے یہ سن کر بہت اچھا لگا اور میری ہمت بندھی کہ میں اس سے بات کر سکوں وہ ابھی تک جواب کی منتظر سوالیہ نگاہوں سے میری جانب دیکھ رہی تھی۔ جب میں نے اسے جواب دیا۔

''آپ نے اپنے بارے میں تو کچھ بتایا ہی نہیں۔'' میں فقط اتنا کہہ کر خاموش ہو گیا تھا اور میری یہ بات سنتے ہی ہال نما کمرے میں ایک مترنم سا قہقہہ گونجا اور ساتھ ہی وہ اب مجھ سے مخاطب تھی۔

''یہ تو آپ جانتے ہی ہیں بندی کو راحت عبدالغنی کہتے ہیں اور اگر آپ کچھ نہیں جانتے تو شاید وہ یہ ہے کہ میں چوہدری عبدالغنی ایم این اے ہیں کی صاحبزادی ہوں۔''

''کیا۔'' اس کی بات سن کر حیرت سے جیسے میرا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا اور بے ساختہ میرے منہ سے حیرت کے اظہار میں ''کیا'' نکل گیا۔

وہ اب متعجب سی میری جانب دیکھ رہی تھی اور پھر میرے حیرت زدہ ہونے پر چونکتے ہوئے مجھ سے دریافت کر ہی لیا۔

''کیا آپ کو یہ جان کر اچھا نہیں لگا میرے ابا کوئی ایسے ویسے ایم این اے نہیں ہیں وہ تو بالکل غیر سیاسی ہیں انہیں تو سیاست آتی ہی نہیں۔ اہل علاقہ نے انہیں کیسے اس منصب پر فائز کر دیا ہے ایسا میں نہیں جانتی اور اگر انہیں کچھ آتا ہے تو وہ ہے احساس کرنا شاید یہی وہ جذبہ ہے کہ ڈیڈی کو خدا نے آج یہ مقام دیا ہے میں آپ کو ان سے ملواؤں گی۔'' اس نے بات کرتے ہوئے ایک دم سے میرے چہرے کی جانب دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔ آپ کو ان سے مل کر بہت اچھا لگے گا۔

''یقیناً اور آپ یہ تو جان ہی چکی ہیں کہ اس ناچیز کو طٰہٰ عالم کہتے ہیں لیکن آپ یہ نہیں جانتی ہوں گی کہ بندہ خورشید عالم کا بیٹا ہے۔'' میں نے اس کے ہی انداز میں اسے جواب دیا اور اب وہ بھی میری بات سن کر حیرت زدہ سی گم صم سی بیٹھی تھی پھر ذرا توقف کہ بعد وہ سنجیدگی سے مجھے دیکھتے ہوئے بولی۔

''طٰہٰ آپ کے دادا خوش محمد تو کسی تعارف اور تعریف کے محتاج نہیں ہمارے گھر میں اکثر ان کا تذکرہ رہتا ہے خود ڈیڈی انہیں بہت عزت کی نگاہ

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

سے دیکھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اکثر وہ بھی ہمارے گھر ڈیڈی سے ملنے آجایا کرتے ہیں مجھے یہ جان کر بے حد خوشی ہوئی کہ آپ ایسے انسان کے پوتے ہیں۔'' وہ اپنی بات کہہ چکی تھی لیکن مجھے حیرت ہوئی کہ اس نے میرے ابا کے بارے میں ایک بات تک بھی نہ کہی تھی نہ تو اس نے یہ کہا کہ وہ جانتی ہے کہ خورشید عالم اس کے ابا کے سیاسی حریف ہیں اور نہ ہی اس نے کوئی اچھے یا برے کلمات کہے وہ تو فقط بڑے ابا خوشی محمد کے ہی گن گاتی رہی اور مجھے اپنا موبائل نمبر دے کر رخصت ہوگئی ہمارا رشتہ تو بننے سے پہلے ہی سیاست کی بھینٹ چڑھ گیا مجھے اس کی یہ بات ذرا ناگوار گزری تھی کہ اس نے میرے ابا کا ذکر تک نہ کیا تھا کیا وہ اتنے ہی برے تھے۔

اس روز گھر پہنچ کر ایک اور منظر میرا منتظر تھا گھر داخل ہونے سے ذرا پہلے میں ٹھٹک کر رہ گیا گھر کے بیرونی دروازے پر لوگوں کا جم غفیر جمع تھا۔ ایسی بھیڑ سیاستدانوں کے گھروں کے باہر ہونا کوئی تعجب کی بات نہ تھی لیکن الیکشن گزر چکے تھے اور کوئی نئی مہم شروع ہوئی ہو ایسا بھی میرے علم میں نہ تھا پھر یہ بھیڑ کیسی تھی میں بھی گھر سے باہر کھڑی ان گنت گاڑیوں کے بیچ اپنی بائیک کھڑی کر کے گھر میں داخل ہوا تو مجھے جان کر شدید صدمہ ہوا کہ فساد تو اپنے گھر میں ہی بپا تھا۔

چچا مرزا اور میرے ابا خورشید عالم کے درمیان جائیداد کو لے کر جو جھگڑا شروع ہوا اور جس کی جھڑپیں اکثر و پیشتر چلتی رہی تھیں آج نوبت اسلحہ تک آن پہنچی تھی میری نظر بڑے ابا پر پڑی وہ کسی قدر رنج و غم میں سٹپٹائے لگ رہے تھے انہیں گویا ان دونوں بھائیوں میں مفاہمت کی کوئی راہ ہی نہ سجھائی دے رہی تھی اور میرے ابا کوئی بات سننے کو تیار ہی نہ تھے۔ چچا مرزا جائیداد میں موجود اپنا حصہ لے کر الگ ہو جانا چاہتے تھے اور میرے ابا کو بھنک لگ چکی تھی کہ چچا جائیداد میں ملنے والا حصہ فروخت کر کے گاؤں منتقل ہونا چاہتے ہیں وہ نہیں چاہتے تھے کہ جائیداد خاندان سے باہر کسی غیر کے ہاتھوں فروخت ہو اور اتنا پیسا ان کے پاس موجود نہ تھا کہ وہ اتنی بڑی رقم چچا مرزا کو ادا کر کے ان کا حصہ بھی اپنے نام کر لیتے۔ ابھی چند ماہ پہلے ہی وہ الیکشن ہارے تھے اور الیکشن ہارنے کا مطلب جوا ہار جانے کے مترادف تھا انہوں نے اپنا سبھی کچھ جمع پونجی اس الیکشن پر لگا دی تھی اور وہ سبھی کچھ ہار گئے تھے۔ میں اکثر اپنے بڑے ابا کی زبانی اپنے ابا کو سرزنش کرتے سنتا تھا وہ انہیں کہا کرتے تھے۔

''خورشید عالم سود پر پیسہ نہ دیا کر یہ تیرے باقی پیسے کو بھی کھا جائے گا نہ لوگوں کی مجبوریوں سے کھیلا کر یہ وقت اور پیسہ کسی کے ساتھ سدا نہیں رہتا؟''

لیکن ابا بڑے ابا کی بات کو خاطر میں ہی نہ لاتے تھے آج ہوئے فساد کو لے کر بڑے ابا بہت پریشان تھے وہ چچا مرزا کو ایک طرف لے گئے اور کئی گھنٹوں کی نشست کے بعد وہ چچا مرزا کو جائیداد فروخت نہ کرنے پر قائل کرنے میں کامیاب ہو ہی گئے اور اسی روز شام کو انہوں نے دونوں بھائیوں کی صلح بھی کرا دی۔

اگلے روز کالج اور اکیڈمی بند تھی۔ چھٹی ہونے کی وجہ سے گھر پر ہی موجود تھا اور ضیا سے ملنے کے لیے بے تاب بھی میرے لیے یہ بات جس قدر حیران کن تھی کہ راحت چوہدری عبدالغنی کی بیٹی تھی، ضیا بھی یہ خبر سن کر چونکنے والا تھا۔ دس بجے کے قریب اٹھتے ہی میں چھت پر جا پہنچا سورج کی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

سنہری کرنوں نے مجھے خوش آمدید کہا مارچ کی ایک اجلی نکھری صبح ڈھل رہی تھی لیکن مینا، چڑیا، کوا ابھی تک خوشی کے گیت سنا رہے تھے۔ بہار سے مہکتی فضا میں پھولوں کی عجب سی باس رچی بسی ہوئی تھی لیکن ضیا چھت پر موجود نہ تھا اور نہ ہی اس کی پتنگ مجھے فلک سے بوس و کنار کرتی دکھائی دی۔

میں چند لمحوں تک یونہی کھڑا اس کی چھت پر آمد کا انتظار کرتا رہا جب وہ مجھے ہاتھوں میں ڈور اور بہت سی پتنگیں لیے چھت پر آتا دکھائی دیا اسے دیکھ کر میری خوشی دیدنی تھی میں اس کے بعد اپنے گھر کے درمیان کی چھت پھلانگ کر اس تک جا پہنچا ابھی میں نے وہاں پہنچ کر اسے سلام کیا ہی تھا کہ اس کے عقب میں موجود سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اس کی دادی ماں بھی چھت پر آ پہنچی تھی۔ مجھے ضیا کے ساتھ کھڑا دیکھ کر وہ اپنی عینک سنبھالتی دونوں بانہیں پھیلائے یوں میری جانب بڑھی کہ مجھے اپنی جگہ سے ہلنے کا موقع ہی نہ ملا جب انہوں نے یوں میرے پاس آ کر مجھے اپنی بانہوں میں بھینچ لیا۔

''پتر طٰہٰ بڑے دنوں کے بعد دیکھا تجھے کہاں ہوتے ہو۔'' وہ اپنے جھریوں سے بھرے ہاتھ جن پر موٹی موٹی سہنولیوں سی رگیں ابھری ہوئی تھیں میرے چہرے پر پھیرتے ہوئے بولیں۔

''دادی ماں میں تو آپ کے پاس ہی ہوتا ہوں۔'' میں نے ان کی بات کا جواب دیا میری دادی ماں اب اس دنیا میں نہ تھی۔ وہ میرے ہوش سنبھالنے سے بھی پہلے سے اس جہان فانی سے رخصت ہو چکی تھیں اور میں بچپن سے ضیا کی دادی ماں کو اپنی دادی ماں کی طرح ہی سمجھتا تھا وہ انہیں یاد بھی بہت کرتی تھیں۔ میں جب کبھی ان کے پاس موجود ہوتا وہ ان کا ذکر چھیڑ دیا کرتی تھیں لیکن آج تو وہ ضیا نامہ کھول کر بیٹھ گئیں۔ پاس ہی رکھی چارپائی پر بیٹھتے ہوئے انہوں نے مجھے بھی اپنے پاس بٹھا لیا تب تک ضیا پتنگ کی تلا میں ڈال کر اسے اڑانے لگا تھا اور مجھے دادی کے چنگل میں پھنسا دیکھ کر مجھ پر ہنس رہا تھا اس کے پاس یہ نعمت تھی میرے پاس نہیں تھی ناں میں ادب سے بیٹھا ان کی باتیں سننے لگا وہ مجھ سے مخاطب تھیں۔

''اچھا ہوا طٰہٰ جو تم مجھے مل گئے پتر اپنے دوست ضیا کو بھی سمجھایا کرو تم لوگ تو پڑھ لکھ گئے تمہاری ماں نے تم لوگوں پر بڑی محنت کی ہے۔ مصطفیٰ کو دیکھتی ہوں وہ تو اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہا ہے بڑی خوشی ہوتی ہے پر بیٹا اپنے اس نالائق دوست کو بھی ساتھ لے کر چلو سارا دن پتنگ بازی کرتا رہے گا تعلیم تو ادھوری چھوڑ دی ساتھ ہی اپنی جان کی بھی پروا نہیں اسے۔''

ایسا کہتے ہوا اچانک دادی نے ایک دھپا میرے بازو پر لگایا اور کچھ سوچتے ہوئے بولیں۔

''وہ کیا ہوتا ہے پتر جو پہیہ اٹھاتے ہیں۔''

دادی کی اس بات پر اپنی ہنسی کو دباتے ہوئے میں نے کہا۔

''جی دادی ماں ون ویلنگ۔''

''آہو، آہو پتر مجھے اس کی ماں بتاتی ہے بڑا خطرناک کھیل ہوتا ہے جان کا خطرہ ہوتا ہے سمجھایا کر اپنے دوست کو پھر یہ کہتے ہوئے وہ چارپائی سے اتر کر اپنا جوتا ڈھونڈنے لگیں۔ میں نے جھٹ سے جوتا اٹھا کر ان کے آگے کر دیا وہ دعائیں دیتے ہوئے اٹھیں اور بولی۔

''پتر جی آپ نے اسے سمجھانا ہے میں ذرا تمہارے کھانے کو کچھ بھیجتی ہوں۔'' ایسا کہہ کر وہ

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

سیڑھیاں اترنے لگیں اور میں نے پلٹ کر ضیا سے پتنگ چھیننے کے لیے اس پر اٹیک کر دیا۔ ہم لوگ دیر تک دادی ماں کی باتوں پر قہقہے لگاتے رہے پتنگ اوپر بہت اوپر آکاش کا طواف کر رہی تھی جب ایک دم سے مجھے راحت کا خیال آیا آج چھٹی تھی پھر آج وہ کیا کر رہی ہوگی۔ یہ خیال آتے ہی میں ضیا سے مخاطب ہوا۔

''جانتے ہو راحت کون ہے؟'' میری یہ بات سن کر وہ جھٹ سے بولا۔

''اگر مجھے علم ہوتا تو تمہیں اس کا پتا کرنے کو کیوں کہتا۔'' اس کی بات ختم ہوتے ہی میں بھی سرعت سے بولا۔

''تو پھر سنو راحت چوہدری عبدالغنی کی بیٹی ہے۔'' میری بات سنتے ہی اس کے ہاتھ سے پتنگ کی ڈور چھوٹ گئی اور وہ اسے پکڑنے کے لیے اس کے پیچھے دوڑتا ہوا یوں حیرت سے بولا۔

''کیا وہ چوہدری عبدالغنی ایم این اے کی بیٹی ہے۔'' ضیا نے ایم این اے لگا کر جیسے مجھ سے تصدیق چاہی۔

''جناب وہ انہی ایم این اے کی بیٹی ہے۔'' میری یہ بات سن کر اس نے میرا ایک بازو تھاما اور مجھے جیسے گھسیٹتا ہوا ایک طرف کو لے گیا اور اسے ایسا کرتے دیکھ کر میں سوچ ہی رہا تھا کہ اسے کیا ہوگیا جب چھت کے پردے کے پاس پہنچ کر جہاں سے شہر بھر کی عمارتوں کا نظارہ کیا جا سکتا تھا وہ ایک ہاتھ اٹھا کر مجھے انگلی کے اشارے سے بتانے لگا۔

''طٰہٰ وہ جو نیلی ٹائلوں والی کوٹھی دکھائی دے رہی ہے نا وہ ہے، چوہدری عبدالغنی کا گھر۔'' میں نے اس کی بات سن کر اس گھر کی جانب دیکھا اگر عقبی جانب سے جہاں ہم لوگ کھڑے تھے دیکھا جائے تو وہ بہت دور نہ تھا ابھی میری نگاہیں اس پرستان کا طواف ہی کر رہی تھیں کہ جب ضیا بولا۔

''یار تم نے اس سے کوئی رابطہ نمبر ہی لے لینا تھا۔'' ضیا کی بات سنتے ہی میں نے اپنی جیب سے موبائل نکالا اور راحت کے نام سے جو نمبر محفوظ کیا تھا اسے ڈائل کیا یہ دیکھ کر ضیا نے میرے کاندھے پر تھپکی لگا کر جیسے مجھے داد دی اور اب ہم دونوں ہی دوسری جانب سے کال ریسیو ہونے کا انتظار کرنے لگے ہم دونوں ہی جس قدر بے تابی سے کال ریسیو ہونے کا انتظار کر رہے تھے دوسری جانب سے اتنی ہی تاخیر سے کال ریسیو کی گئی۔

''ہیلو کون بول رہا ہے؟'' کال ریسیو کرتے ہی کسی ننھے سے بچے کی آواز سنائی دی۔ جسے میں فوراً ہی پہچان گیا تھا اس روز اکیڈمی میں، میں یہ آواز سن چکا تھا۔

''راحت آپی جلدی آجائیں۔'' یہ آواز سنتے ہی ساری کلاس نے جو مڑ کر دروازے کی جانب دیکھا تھا تو وہاں اسکول یونیفارم میں ایک پیارا سا بچہ کھڑا تھا۔

''ہیلو کون ہے؟'' موبائل کے کھلے اسپیکر سے پھر آواز سنائی دی جب میں سوچ رہا تھا کہ میں اس بچے کو کیا جواب دوں اور ضیا مجھے مسلسل ٹھوکے لگا کر بات کرنے پر اصرار کر رہا تھا جب اسپیکر پر پھر سے ننھے بچے کی آواز ابھری۔

''انکل آپ طٰہٰ بات کر رہے ہیں۔'' اس کی بات سن کر جیسے ہم دونوں نے یوں حیرت سے ایک دوسرے کی جانب دیکھا اور میں نے فوراً جواب دیا۔

''جی بیٹا میں طٰہٰ بات کر رہا ہوں۔'' ابھی فقط

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

میں نے اتنا ہی بولا تھا جب دوسری جانب سے مجھے وہی مترنم آواز سنائی دی۔

''جی السلام علیکم طٰہٰ میں راحت بول رہی ہوں۔''

''وعلیکم السلام، میں نے پہچان لیا آپ کیسی ہیں۔'' اس کی آواز سنتے ہی میں نے جھٹ سے جواب دیا اور ضیا میرے قریب کھڑا کچھ عجیب سی حرکتیں کرنے لگا جو ذرا دیر سے مجھے سمجھ میں آ گئیں کہ وہ کہہ رہا تھا کہ میں اسے کہوں کہ وہ اوپر چھت پر چلی آئے جہاں اس طرح میں بھی چھت پر کھڑا تھا جب میں نے یہ بات راحت سے کہی تو وہ فون کان سے لگائے فوراً ہی چھت پر چلی آئی۔ ایک ہاتھ سے اپنے سارے بالوں کو جو میری آنکھوں تک جھک آئے تھے اٹھا کر ہاتھ کو سر کے اوپر لگاتے ہوئے میں نے اس نیلی ٹائلو والی کوٹھی کی جانب دیکھا وہ اسی پرستان کی کوئی ننھی پری ہی لگ رہی تھی۔ میں نے ہاتھ ہلا ہلا کر اسے اپنی موجودگی کا احساس دلایا اسے بھی حیرت ہو رہی تھی کہ ہمارے گھروں کی چھتیں اتنا قریب تھیں پھر میں نے اسے کہا کہ میں تمہیں کچھ کہنا چاہتا ہوں اسے یہ کہتے ہوئے میں نے ضیا کو پتنگ نیچے اتارنے کو کہا ضیا نے سرعت سے ڈور نیچے کھینچنا شروع کردی میں نے ضیا سے قلم مانگا وہ پتنگ میرے ہاتھ میں تھما کر قلم لینے چلا گیا جب تک ضیا قلم لے کر لوٹتا میں راحت کو بتانے لگا کہ ابھی ایک پتنگ اس کی چھت پر آ کر گرے گی اس پر کچھ تحریر ہوگا وہ یہ سب سن کر دیوانہ وار قہقہے لگانے لگی اور اس طرف میری یہ حالت ہو رہی تھی کہ میرا دل چاہ رہا تھا کہ وہ یونہی اپنی مترنم آواز سے ہنستی رہے اور میں اسے یونہی سنتا ہوں جب ضیا قلم لے کر میرے پاس پہنچا تھا میں نے قلم اس کے ہاتھ سے لیا اور پتنگ پر لکھنے لگا۔

''راحت اچھی بچی ہے اور کل دوپہر میں درگاہ پر مجھ سے ملنے آ رہی ہے۔'' میں پتنگ پر اپنے دل کی بات لکھ چکا تھا اور میرے لکھتے ہی ضیا کو مجھے کچھ سمجھانا بھی نہیں پڑا۔ جب وہ تنگ ہوا میں تیرنے لگی تھی ہم دونوں ہی دھڑکتے دل کے ساتھ اوپر فضاؤں میں بلند ہوتی پتنگ کو دیکھ رہے تھے ہوا خاصی تیز تھی کبھی پتنگ یوں پھڑ پھڑانے لگتی کہ مجھے لگتا وہ اس تک پہنچنے سے پہلے ہی تار تار ہو کر گر نہ جائے میں دل ہی دل میں دعائیں کر رہا تھا کہ یا رب یہ پتنگ اس تک پہنچ جائے ضیا نے میری جانب اشارہ کیا۔ وہ پتنگ بازی میں جو مہارت رکھتا تھا اب اس کا کمال دکھانا چاہتا تھا پتنگ اب فضاؤں میں اس قدر بلند ہو چکی تھی کہ اگر اسے نیچے جھکاؤ دیا جائے تو وہ راحت کے سر کے اوپر سے اسی کے قدموں میں جا گرے ضیا پتنگ کو اتنا جھکا رہا تھا کہ اب وہ پتنگ اس کے چھت سے عین اوپر تیز ہوا میں پھڑ پھڑا رہی تھی۔ پھر ضیا نے اسے اس کے سر کے پاس یوں جھکا کر اوپر اٹھا لیا کہ ایک بار پھر سے اس کے قہقہے مجھے فون پر سنائی دینے لگے۔ وہ اپنے سر پر آنچل سنبھالتی کبھی چھت کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک اپنی نگاہیں اٹھائے پتنگ کے چھت پر گرنے کا انتظار کر رہی تھی۔ جب میرا اشارہ پا کر ضیا نے پتنگ کو چھت پر گرا دیا۔ وہ پتنگ پر لکھی عبارت پڑھنے کے لیے جھکی اور میں اسے پھر سے دیکھنے کے لیے بے چینی سے اس کی چھت کی طرف دیکھنے لگا وہ اب مجھے دکھائی نہیں دے رہی تھی لیکن میں جانتا تھا کہ وہ پتنگ اپنے سامنے رکھے اس پر درج عبارت کو

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

دیکھتے ہوئے یہی سوچ رہی ہوگی کہ اسے مجھ سے ملنے کے لیے درگاہ پر آنا چاہیے کہ نہیں پھر فون پر بھی مسلسل خاموشی پا کر میں نے ضیا کی جانب سوالیہ نگاہوں سے دیکھا اس نے مجھے اشارتاً انتظار کرنے کو کہا۔ ابھی چند لمحے ہی بیتے تھے جب ہمیں اچانک سے راحت دکھائی دی۔ پتنگ اس کے ہاتھوں میں تھی اور اب وہ ہمیں پتنگ واپس کھینچنے کا اشارہ کر رہی تھی ضیا نے اشارہ پاتے ہی ڈور کو مخصوص انداز سے کھینچا اور پتنگ راحت کے سر کے اوپر سے فضا میں تیرنے لگی۔ یہ دیکھ کر وہ اپنی چھت پر کھڑی ننھے بچوں کی طرح خوشی سے اچھلتے ہوئے تالیاں بجا رہی تھی۔ میں نے فون ابھی تک کان سے لگا رکھا تھا۔ جب ضیا کی گنگناتی آواز میرے کانوں سے ٹکرائی۔

''میرے ننھے مجنوں دوست فون رکھ دے پیغام پتنگ پر ہواؤں میں تیرتا ہوا آ رہا ہے۔'' ضیا کی بات سن کر میں نے اس پر اٹیک کر دیا اور اب میں مسلسل اس سے پتنگ چھیننے کی جدوجہد میں لگا ہوا تھا ہمیں یوں لڑتا جھگڑتا دیکھ کر راحت اب واپس نیچے جا چکی تھی بلآخر اس کا پتنگ پر لکھ کر بھیجا جواب مجھ تک پہنچ ہی گیا اس نے میری عبارت کے بالکل نیچے لکھا تھا۔

''آپ بھی بہت اچھے ہیں طٰہٰ، میں آپ سے ملنے درگاہ ضرور آؤں گی۔'' راحت کا لکھا جواب پڑھ کر اب کی بار جو ضیا نے مجھ پر اٹیک کیا تو اب اس سے بچنے کے لیے میں ہاتھ پاؤں چلا رہا تھا جب عین اسی وقت دادی ماں چھت پر آ پہنچی اور ہمیں یوں گتھم گتھا دیکھ کر بولی۔

''میں اسی لیے کہتی تھی کچھ سمجھاؤ تو بندہ خود ہی برا بنتا ہے۔'' دادی کی بات سن کر ہم لوگوں نے اٹھ کر کپڑے جھاڑتے ہوئے اس قدر قہقہے لگائے کہ دادی کھانے پینے کی چیزیں رکھ کر الٹے پیروں واپس لوٹ گئیں۔

اس رات نیند میری آنکھوں سے کوسوں دور کہیں جا بیٹھی تھی۔ میں سونے کے لیے آنکھیں بند کرتا تو پھر سے ضیا کے ساتھ اس کے گھر کی چھت پر جا پہنچا تھا کبھی مجھے دادی ماں کے پاس بیٹھا دیکھ کر ضیا کا کھلکھلاتا چہرہ دکھائی دیتا تو کبھی میرے فون کرنے پر راحت کے چھت پر چلے آنے کا منظر میری نگاہوں میں ٹھہر جاتا کبھی میں پھر سے پتنگ پر لکھ رہا ہوتا۔ ''راحت اچھی بچی ہے اور کل درگاہ پر مجھ سے ملنے آ رہی ہے۔'' اور کبھی مجھے اجلے نیلے آسمان پر مسکراتی ہوئی پتنگ دکھائی دیتی جواب راحت کا جوابی پیغام میرے نام لائی تھی اور ضیا اور اس میں اس پتنگ کو حاصل کرنے کے لیے کیسے ایک دوسرے پر جھپٹ رہے تھے پتنگ کی ڈور کبھی میرے ہاتھ آ جاتی تو کبھی ضیا اسے چھین کر چھت کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک مجھے اپنے پیچھے دوڑتا رہا اور پھر اس کا جوابی پیغام میری نگاہوں میں جم کر رہ گیا تھا میری لکھی عبارت کے عین نیچے اس نے لکھا تھا۔

''آپ بھی بہت اچھے ہیں طٰہٰ میں آپ سے ملنے درگاہ ضرور آؤں گی۔'' میں یونہی سوچتا کروٹیں بدلتا رہا اور پھر نہ جانے رات کے کس پہر میری آنکھ لگ گئی۔

رات دیر سے سونے کی وجہ سے صبح میری آنکھ بھی دیر سے کھلی تھی آنکھ کھلتے ہی میں نے نیند کے گہرے اثرات کو مٹانے کے لیے اپنے ہاتھوں کو چہرے پر پھیرا اور پھر جیسے ہی میری نگاہ گھڑی پر پڑی میں اچھل کر اٹھ بیٹھا گیارہ بج رہے تھے اور

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ابھی مجھے تیار ہو کر ضیا کو بھی ساتھ لینا تھا باتھ روم جانے سے پہلے ہی میں نے ضیا کو بھی کال کر دی تاکہ وہ وقت مقررہ پر تیار ہو جائے اور پھر میں تیاری میں لگ گیا۔

جب میری تیاری مکمل ہوئی تو پونے بارہ ہو رہے تھے پھر جھٹ سے جو کمرے سے باہر پہنچا تو سامنے ماں کھڑی تھی چھٹی والے روز میں گیارہ بارہ بجے تک ہی سو کر اٹھتا تھا اور اب وہ مجھے جگانے آئی تھیں لیکن اب اپنے سامنے مجھے خوشبو میں مہکتا سوٹ بوٹ پہنے کھڑا دیکھ کر وہ مسکرا اٹھی اور ان کے مسکراتے ہی میں نے ان کی پیشانی چوم لی۔ ویسے یہ کام وہ کرنے والی تھیں اور اب وہ مجھ سے مخاطب تھی۔

''بیٹا جی آج ماں پر بڑا پیار آ رہا ہے۔'' ان کی بات سن کر میں مسکراتے ہوئے بولا۔

''ماں پلیز آج کچھ وقت کے لیے ابا کی گاڑی کی چابی چاہیے۔'' ماں نے میری بات سن کر ہاتھ بڑھا کر میرے گال کو سہلایا اور پھر بولی۔

''بس، چلو میرے ساتھ آؤ۔'' ان کی بات ختم ہوتے ہی ایک قدم ان کے ساتھ آگے بڑھاتے ہوئے میں نے ہاتھ بڑھا کر ان کے کاندھے کو سہلاتے ہوئے کہا۔

''ماں یہ ہوئی نا بات۔'' اپنے کمرے میں پہنچ کر ماں نے مجھے گاڑی کی چابی دی اور ایک بار پھر سے ماں کی پیشانی پر بوسہ دیتے ہوئے میں نے ان کا شکریہ ادا کیا اور پھر گاڑی لے کر ضیا کے گھر جا پہنچا پہلے ہم دونوں ہی اپنی اپنی بائیکس پر درگاہ جانے والے تھے لیکن اب میری منی پجارو اپنے گھر کے سامنے کھڑی دیکھ کر ضیا بھی میری طرح خوش دکھائی دے رہا تھا پھر ضیا کو ساتھ لیے میں درگاہ کی طرف چل پڑا۔ درگاہ شہر سے چند کوس مسافت پر تھی۔ شہر کی بھیڑ بھاڑ سے نکلتے ہی ہم لوگ جلد ہی درگاہ تک پہنچ گئے تھے پہلے پہل یہ درگاہ آبادی سے کافی مسافت پر ہوتی تھی لیکن پچھلے کئی برسوں سے آبادی کے بڑھتے تناسب سے اب یہ درگاہ آبادی سے قریب ہی لگ رہی تھی۔ درگاہ سے قریب ہی درگاہ میں داخل ہونے والے راستے میں ایک نہایت بلند قامت آم کا پیڑ تھا جس کے گھنے سائے تلے ہم لوگوں نے اپنی گاڑی روک دی تھی اگرچہ اس درگاہ پر فقط جمعرات کے روز ہی میلے کا سماں دکھائی دیتا تھا لیکن آج اتوار کا دن تھا شاید تعطیل ہونے کی وجہ سے خاصے زائرین یہاں موجود تھے ضیا کو وہیں گاڑی کے قریب کھڑا کر کے میں درگاہ کی سیڑھیاں چڑھتا ہوا اندر کھلے احاطے میں داخل ہو گیا۔ سامنے کھلے احاطے میں بڑا سا برگد کا پیڑ تھا جس کے عین نیچے پکی اینٹوں کا تھڑا بنا ہوا تھا۔ بہت سے بوڑھے اور بچے اس تھڑے پر بیٹھے درگاہ میں آتے جاتے لوگوں کا نظارہ کر رہے تھے۔ کچھ بچے برگد کی لٹکی لمبی لمبی ڈالیوں سے جھول رہے تھے مزار پر حاضری کے بعد چند لوگ ساتھ لایا تبرک بھی تقسیم کرتے دکھائی دیے میں نے وہاں کھڑے ہو کر چار سو نظر دوڑائی مگر مجھے راحت کہیں دکھائی نہ دی آگے بڑھ کر میں نے مزار کے اندرونی حصے میں بھی جھانک کر دیکھ لیا لیکن وہ وہاں نہ ملی، مطلب ہم راحت کے پہنچنے سے پہلے پہنچ چکے تھے یہ سوچتے ہوئے میں ضیا کے پاس واپس چلا آیا۔ وہ مجھے دیکھتے ہی سمجھ گیا تھا کہ راحت ابھی درگاہ پر نہیں پہنچی تھی اور اب ہم اسی راستے پر اس کی آمد کا انتظار کرنے لگے جہاں سے

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

زائرین کے آنے جانے کا سلسلہ جاری تھا اور ساتھ ہی میں یقینی اور بے یقینی جیسی صورت حال کا شکار ہورہا تھا جو وقت ہم لوگوں نے مقرر کیا تھا وہ بیت رہا تھا لیکن وہ آئے گی بھی یا نہیں یہی سوچ کر میرا یقین ڈگمگانے لگا تھا جب مجھے ضیا کی آواز سنائی دی وہ پاس سے گزرتے ایک بچی اور بچے سے مخاطب تھا جو بہن بھائی لگ رہے تھے۔

''پیارے بچوں ہمیں بھی تھوڑا تبرک کھلا دو۔''

بچی کے ہاتھ میں ایک تھال تھا جس پر ایک ریشمی کپڑا پڑا تھا ضیا کی بات سن کر بچی نے مسکراتے ہوئے اپنے ساتھ کھڑے بھائی کی طرف دیکھا جو اس سے بھی زیادہ شرما رہا تھا ضیا ان بچوں کے روکتے ہی میری جانب مسکرا کر دیکھتے ہوئے ذرا اور ان کے قریب چلا گیا۔ اس کے قریب ہوتے ہی بچی نہایت احترام سے بولی۔

''بھائی جان یوں تو اب یہ باقی بچا تھوڑا سا تبرک ہم اپنے گھر کے لیے لے جارہے ہیں لیکن اب آپ نے روکا ہے تو آپ کو ضرور کھلائیں گے۔'' یہ کہتے ہوئے بچی نے ریشمی کپڑا جو تھال پر دھرا تھا اسے ہٹایا تو نیچے شکر، گھی، آٹے سے بنی روٹی کے چند ٹکڑے پڑے تھے۔ دو ٹکڑے اٹھا کر اس نے ضیا کی جانب بڑھا دیے۔ جب میں نے عقب سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''ضاء یہ بچے تو بہت ذہین ہیں۔'' میری بات سن کر بچوں نے پلٹ کر ایک بار مجھے دیکھا اور پھر مسکراتے ہوئے آگے بڑھ گئے۔ ضیا نے پلٹ کر اک ٹکڑا مجھے دیا اور ایک اس نے خود کھا لیا میں نے جو ضیا کے ہاتھ سے تبرک کا ٹکڑا لے کر اپنے منہ میں رکھا تو کیا عجب احساس تھا۔ مجھے لگا جن ہاتھوں نے اسے بنایا تھا اور پھر جو آیت مبارک پڑھی گئی تھیں وہ سبھی لمس احساس مجھے کسی الگ ہی دنیا میں لے گئے تھے۔

وہاں آم کے پیڑ کی گھنی چھاؤنی تلے کھڑے ہمیں کافی وقت بیت چکا تھا لیکن راحت ابھی تک نہ آئی تھی اور اب میں ضیا سے کہہ رہا تھا کہ ہمیں واپس چلنا چاہیے لیکن اسی کے اصرار پر میں مزید وہاں کھڑا موہوم سی امید کے ساتھ اس کا انتظار کرنے لگا لیکن پھر وہ موہوم سی امید بھی ٹوٹ گئی جب وہ مزید وقت گزرنے کے باوجود نہ پہنچی تھی۔ اب کی بار جو میں نے ضیا کو واپس چلنے کو کہا تو اس نے میری بات نہ ٹالی اور ہم دونوں ہی بجھے ہوئے دل کے ساتھ واپس لوٹ آئے۔

اگلے روز میں اسے اکیڈمی میں ملا تو میں اس سے سخت خفا تھا اور اسے بھی اس بات کا بخوبی احساس تھا کلاس ختم ہوتے ہی اب وہ معذرت پیش کررہی تھی۔

''طٰہٰ گھر پر کوئی بھی نہ تھا فقط چھوٹے بہن بھائیوں کے ساتھ میں تنہا تھی اور انہیں تنہا چھوڑ کر میں نہیں آسکتی تھی میں جانتی ہوں تمہیں بہت برا لگا لیکن میں بھی تو کتنی مجبور تھی۔'' اس کی مجبوری والی بات سن کر میں نے جو پلٹ کر اس کے چہرے کی جانب دیکھا تو وہاں آنکھوں کے ساغر اس کی زبان کی صداقت کی گواہی دے رہے تھے۔ اس کی معصومیت پر مجھے پیار آنے لگا تھا اور پھر مجھے مسکراتا دیکھ کر وہ جھٹ سے اپنا بیگ کھول کر اس میں سے کچھ نکالنے لگی۔

''طٰہٰ میں کل آتے ہوئے آپ کے لیے یہ گفٹ لارہی تھی اسے رکھ لیجیے۔'' اس کا میری جانب بڑھا ہاتھ ہوا میں ہی معلق تھا جب اس کے ہاتھ سے گفٹ لیتے ہوئے میں نے فوراً اسے اس

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

کے ہی بیگ میں رکھ دیا وہ حیرت زدہ سی سوالیہ نگاہوں سے میری جانب دیکھ رہی تھی جب میں نے اسے جواب دیا۔

"آپ کا یہ تحفہ میں تب قبول کروں گا جب آپ میرے ساتھ کھانا کھانے کسی ریسٹورنٹ چلیں گی ابھی اسی وقت۔" وہ میری بات سن کر کچھ دیر تک سوچتی رہی اور پھر جھٹ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"تو چلیں۔" اس کے اس جواب پر میں نے بھی حیرت سے اٹھتے ہوئے ایک سوال پوچھا۔

"راحت اگر آپ میرے ساتھ ریسٹورنٹ چلی گئیں اور ڈرائیور آپ کو لینے یہاں آیا تو آپ کیا جواب دیں گی۔" یہ بات ابھی ابھی میرے ذہن میں آئی تھی جسے سن کر وہ فوراً بولی کہ آج وہ ڈرائیور کے ساتھ نہیں آئی اور واپس بھی وہ رکشہ پر ہی جائے گی اس کی یہ بات سن کر مجھے بے حد خوشی ہوئی اور یوں اس روز میں پہلی بار کسی لڑکی کے ساتھ ڈیٹ پر جا رہا تھا۔

راستہ بھر وہ مجھے اپنی پسند کے ریسٹورنٹ بتاتی رہی اور میں اسے اپنی پسند بتاتا رہا پھر ایک ریسٹورنٹ پر ہم دونوں ہی متفق ہو گئے اب ہم اسی ریسٹورنٹ میں موجود تھے وہاں بیٹھتے ہی میں نے مینو راحت کی جانب بڑھا یا دیا تا کہ وہ اپنی پسند کا آرڈر دے اور جب وہ آرڈر دے چکی تو اس نے پہلے وہ تحفہ اپنے بیگ میں سے نکالا جو میں نے واپسی اسی کے بیگ میں رکھ دیا تھا میں نے وہ تحفہ راحت کے ہاتھ سے لے کر اسی کے سامنے کھولا اور اس میں ایک فرینڈ شپ بینڈ تھی اور ایک خوشبو جو مجھے بہت پسند آئے اور میں نے اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے فرینڈ شپ بینڈ کو یوں دو حصوں میں الگ کر لیا کہ جو چار کڑیاں ملی ہوئی تھیں اب وہ دو، دو ہو گئیں۔ یوں ایک حصہ میں نے اس کی کلائی پر باندھ دیا اور دوسرا خود رکھ لیا۔ وہ میری اس حرکت سے کافی محظوظ ہو رہی تھی جب ویٹر کھانا لے آیا چائنیز رائس سے اڑتی بھاپ اور خوشبو نے ہماری بھوک اور بڑھا دی تھی میں نے راحت کو شروع کرنے کی دعوت دی تو کانچ کی بھاری نفیس پلیٹ جس پر ہوٹل کا لوگو بھی لگا تھا راحت اس میں رائس ڈالنے لگی اور ساتھ ہی وہ پلیٹ اس نے میری جانب بڑھا دی شکریہ کہہ کر میں نے وہ پلیٹ اس کے ہاتھ سے لی اور پھر وہ اپنے لیے رائس پلیٹ میں ڈالنے لگی۔ جب وہ ایسا کر رہی تھی میں نے کانٹا اور چمچ ہاتھ میں تھامتے ہوئے اس سے دریافت کیا۔

"راحت آپ کو دیر تو نہیں ہو رہی۔" میری بات سن کر اس نے پلیٹ جس میں ابھی اس نے رائس ڈالے تھے اپنے سامنے رکھتے ہوئے بولی۔

"طٰہٰ میں نے کبھی کوئی بات اپنے ڈیڈی سے نہیں چھپائی ہماری پہلے روز ہوئی ملاقات سے آج اس ٹیبل پر کھانا کھانے تک وہ سب جانتے ہیں۔ وہ مجھ پر بہت اعتماد کرتے ہیں اور میں ان کے اعتماد کو کبھی ٹھیس نہیں پہنچاؤں گی اسی لیے میں کہوں گی کہ میں تو آپ سے ملنے آپ کے گھر بھی آ سکتی ہوں۔" آخری بات کہتے ہوئے وہ واقعی پر اعتماد لگ رہی تھی اور میں جو حیرت زدہ سا ہو کر اس کی باتیں سن رہا تھا آخری بات پر چونکتے ہوئے بولا۔

"یار ایسی ویسی کوئی حرکت نہ کرنا میرے گھر والے ذرا پرانے خیالات کے ہیں۔" میری بات سن کر اس نے وہی مترنم سا قہقہہ لگایا اور ہم لوگ ریسٹورنٹ میں بج رہی ہلکی ہلکی موسیقی میں کھانا کھانے لگے کھانے سے فراغت کے بعد ہم لوگ

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

ریسٹورنٹ سے نکلے میں نے اسے رکشہ پر بٹھایا اور خود بائیک پر گھر چلا آیا۔

میرے گھر پہنچنے تک دن ڈھل چکا تھا اپنے کمرے میں پہنچ کر بیگ وہاں رکھنے کے بعد اب میں ضیا سے ملنے کے لیے بے تاب ہو رہا تھا۔ آج راحت سے ہوئی ملاقات ریسٹورنٹ میں کھانا، فرینڈ شپ بینڈ، خوشبو کا تحفہ میں اسے سبھی کچھ بتانا چاہتا تھا۔ اسی مقصد سے میں گھر سے نکلا اور ضیا کے گھر جا پہنچا میری دوسری ہی دستک پر چھوٹی نے دروازہ کھولا اور مجھے سامنے کھڑا پا کر وہ خوشی سے بے ساختہ اپنی توتلی زبان سے بولی۔

''مما طٰہٰ بھائی آئے ہیں۔'' اس سے پہلے کہ میں آگے بڑھ کر گود میں اٹھا لیتا وہ شرما کر بھاگ گئی اور اب آنٹی میرے سامنے کھڑی تھیں۔

''السلام علیکم!'' میں نے سلام میں پہل کی تو انہوں نے سلام کا جواب دیتے ہوئے چند سیکنڈ میں مجھ سمیت میرے سارے شجرہ نسب کا حال پوچھ ڈالا۔

''آنٹی ضیا گھر پر ہی ہے۔ میں ضیا سے ملنے آیا تھا۔'' آنٹی نے مجھے بیٹھنے کو کہا جب میں نے کھڑے کھڑے ان سے ضیا کے بارے میں دریافت کیا تو آنٹی جیسے بے زاری سے بولیں۔

''ہاں بیٹا اوپر چھت پر ہے۔ آج چودھویں کی رات ہے نا آج رات بھی وہ دیر تک پتنگ ہی اڑاتا رہے گا۔'' آنٹی کی بات سن کر شکریہ ادا کرتے ہوئے میں سیڑھیاں چڑھتے ہوئے جا پہنچا۔ فروری کے درمیانی دنوں کی ایک صاف شفاف رات شروع ہو رہی تھی۔ ٹھنڈی ٹھنڈی رات کی رانی کی پراسرار مسحور کن سی خوشبو سے بھری رات، چودھویں کا چاند، ننھے منے تاروں سمیت اپنے پورے اہل وعیال کے ہمراہ آب وتاب کے ساتھ جگمگا رہا تھا اور میرا یار ضیاء سفید رنگ کی پتنگ اپنے پاس ڈھیر لگائے آسمان پر کسی کے ساتھ پیچا پھنسائے کھڑا تھا۔ جب مجھے دیکھتے ہی وہ چلایا۔

''طٰہٰ ادھر آ دیکھ یہ میری ڈور سے تیری پتنگ بوکاٹا ہوگی۔'' اس کی بات ختم ہونے تک میں اس کے قریب جا پہنچا تھا لیکن میرے نگاہ اٹھا کر اوپر دیکھنے تک اس کی اپنی ہی پتنگ کٹ چکی تھی اور اب وہ برا سا منہ بناتے ہوئے ڈور کھینچ رہا تھا۔ جب میں نے راحت کی دی فرینڈ شپ بینڈ اس کے سامنے کر دی۔ یہ دیکھتے ہی اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑی ڈور ایک طرف پھینکی اور میرے ہاتھ سے بینڈ لیتے ہوئے جھٹ سے بولا۔

''تم راحت سے ملے تھے اور آج اس نے تمہیں یہ فرینڈ شپ بینڈ دی اور تم نے لے لی اور اس دن جو اس نے ہمیں سارا دن ذلیل وخوار کیا اس کا کیا ہوا۔'' اس کی یہ ترش بات سن کر میں مسکراتا ہوا اس کا بازو تھامے اسے چارپائی تک لے گیا جہاں بیٹھے میں اسے بتانے لگا کہ وہ کیا مجبوری تھی جو اس اس روز ہمیں ملنے درگاہ پر نہ آ پائی تھی پھر میں نے ریسٹورنٹ میں کھائے کھانے اور اس سے ہوئی باتوں کی ساری تفصیل اسے بتائی جسے سنتے ہی وہ ایک دم سے اٹھ کھڑا ہوا وہ میرا بازو تھامے مجھے نیچے لے گیا اس نے اپنی بائیک نکالی اور اب وہ میرے گھر کے سامنے کھڑا تھا۔ میں اس کا سارا پلان سمجھ گیا تھا میں بھی تیزی سے اپنے گھر داخل ہوا اور جب لوٹا تو میں اپنی بائیک کے ساتھ تھا۔ میری خوشی تو دیدنی تھی ہی ضیا آپے سے باہر لگ رہا تھا ہم لوگوں کا رخ راحت کے گھر کی طرف ہی تھا۔ جب راحت کے گھر سے ذرا پہلے ضیا نے اپنی

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

بائیک کی ریس بڑھائی اور ساتھ ہی اگلا وہیل اٹھالیا اب وہ ٹریفک کے درمیان ون ویلنگ کرتا آگے بڑھ رہا تھا۔ یہ دیکھتے ہی میں نے بھی اپنی بائیک کی ریس بڑھائی میں اس تک پہنچ کر اسے ایسا کرنے سے روکنا چاہتا تھا ابھی چند روز پہلے ہی دادی ماں نے ضیا کی شکایت لگاتے ہوئے مجھے یہ ذمہ داری سونپی تھی کہ میں اسے اس خطرناک جان لیوا کھیل سے باز رہنے کو کہوں اور آج جبکہ میں اس کے ہمراہ ہی تھا وہ بے تحاشا ٹریفک کے درمیان ون ویلنگ کرتا ہوا جارہا تھا۔

اس سے پہلے کہ میں اس تک پہنچتا اور اسے ایسا کرنے سے منع کرتا میرے دیکھتے ہی دیکھتے ضیا کا توازن بگڑا بائیک اس کے نیچے سے نکلی اور لڑھکتی ہوئی ایک طرف کو چلی گئی اور ضیا فٹ بال کی طرح اچھلتا زمین سے رگڑتا فٹ پاتھ کے پاس جا گرا اسے یوں گرتا دیکھ کر جیسے میرا دل دھک سے رہ گیا رات کی تاریکی میں جیسے میرے ذہن میں آندھیاں سی چلنے لگیں تھیں۔ میں نے بائیک کو روکتے ہی کھڑا بھی نہ کیا اور اسے وہیں پھینک کر ٹریفک کے بیچ میں سے بچتا بچاتا فٹ پاتھ تک جا پہنچا جہاں چند لوگ مجھ سے بھی پہلے ضیا کے پاس موجود تھے۔ میں نے اس کے پاس پہنچتے ہی ضیا کا سر اپنی گود میں رکھا اور اس کے گال تھپتھپاتا ہوا اسے ہوش میں لانے کو آوازیں دینے لگا۔ میں نے اس کے سر کا معائنہ کیا اسے بظاہر کہیں چوٹ نہ آئی تھی اس کے بازو ہاتھ کہیں سے کوئی خون بہتا دکھائی نہیں دیا تھا لیکن پچھلے چند سیکنڈ گزرنے کے باوجود وہ ہوش میں نہ آیا تھا کوئی میرے پاس کھڑا اس کی نبض دیکھ رہا تھا اور کوئی میری طرح سر کا معائنہ کر رہا تھا پھر کسی نے ایمبولینس کو کال کر دی

سجھ لو

- نہ اتنا میٹھا بنوں کہ لوگ تمہیں نگل لیں، نہ اتنا کڑوا بنوں کہ لوگ تمہیں تھوک دیں۔
- اللہ تعالیٰ کی اتنی عبادت کرو جتنا تم اس کے محتاج ہو۔
- آخرت کی اتنی ہی تیاری کرنا جتنا تم نے وہاں جا کر رہنا ہے۔
- گناہوں پر اتنی جرأت کرنا جتنا جہنم کی آگ میں جلنے کا حوصلہ ہو۔
- جب کوئی گناہ کرنے کا ارادہ کرو تو پھر ایسی جگہ تلاش کرنا جہاں پر اللہ تعالیٰ نہ دیکھ سکے۔

زین الدین صدیقی......کراچی

تھی یہی وجہ تھی کہ تھوڑی ہی دیر میں وہاں ایمبولینس آ پہنچی تھی میں ضیا کے ساتھ ہی ایمبولینس میں بیٹھا تو ایمبولینس کا عملہ ابتدائی طبی امداد دیتے ہوئے اسپتال کی جانب بڑھ چکا تھا راستہ بھر میں ضیا کے ہوش میں آنے کی دعائیں کرتا رہا لیکن اسپتال پہنچنے تک بھی اسے ہوش نہیں آیا راستے میں ہی میں نے بڑے بھائی مصطفیٰ عالم کو ضیا کو پیش آئے حادثے کی اطلاع کر دی تھی اور پھر ہمارے ضیا کو ایمبولینس سے ایمرجنسی وارڈ میں لے جانے تک سبھی وہاں پہنچ چکے تھے۔ یہ تو اچھا ہوا جو ضیا کے اماں اور ابا کے ساتھ دادی ماں نہیں آئی تھی وہ شاید یہ برداشت نہ کر پائی اس لیے وہ انہیں اپنے ہمراہ نہ لائے تھے اور میں سوچ رہا تھا کہ میں ان کے سوالوں کے جواب انہیں ہرگز دے پاتا۔ میرے ماں بڑے ابا اور مصطفیٰ عالم بھی وہاں پہنچ چکے تھے۔ وہ ضیا کے ماں اور ابا کو دلاسے دے رہے تھے اور میں بامشکل چھلکتی آنکھوں کے

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN

WWW.PAKSOCIETY.COM

ساتھ ان کے سوالوں کے جواب دے پا رہا تھ۔
''طٰہٰ تم نے اسے روکا کیوں نہیں۔'' ضیا کی ماں کی یہ بات سن کر میں انہیں کوئی جواب نہیں دے پایا۔
''یا اللہ میرے بچے کی حفاظت فرما۔'' ان کے منہ سے دعا نکلی تو میں نے اپنی لرزتی زبان سے دل ہی دل میں آمین کہا۔
ضیا کہ پاس زیادہ لوگوں کو رکنے کی اجازت نہ تھی اس کے پاس اندر ایمرجنسی میں اس کے اماں ابا اور مصطفیٰ عالم تھے اور میرے ماں باپ اور بڑے ابا ہم سبھی باہر وارڈ میں کھڑے تھے اور ضیا کے ہوش میں آنے کی دعائیں مانگ رہے تھے پچھلے پون گھنٹے سے وہ بے ہوش پڑا تھا ڈاکٹر نے ابھی تک یہی بولا تھا کہ ہوش میں آنے تک وہ کچھ نہیں کہہ سکتے۔ پھر ہماری دعائیں اللہ نے سن لیں اور بھائی مصطفیٰ عالم ہمیں یہ بتانے کے لیے ایمرجنسی سے باہر آئے کہ ضیا کو ہوش آ گیا ہے۔ ہم سبھی جو اس سے ملنے کے لیے بے تاب تھے۔ اس کے پاس پہنچے تو جہاں اس کے ہوش آنے کی بے حد خوشی تھی وہیں ایک بڑی خبر بھی ہماری منتظر تھی۔
''ماں مجھے کچھ دکھائی نہیں دے رہا ابا میں کچھ نہیں دیکھ پا رہا۔'' اس کے قریب پہنچتے ہی ہمیں ضیا کی ایسی حالت دیکھ کر شدید دھچکا پہنچا چہروں پر چھائی خوشی اب زردی میں بدل گئی تھی۔ میں بے ساختہ ضیا کے سامنے جا پہنچا اور اسے آوازیں دینے لگا۔
''ضیا میں یہاں تمہارے سامنے کھڑا ہوں وہ ہاتھ بڑھائے بے بسی سے مجھے پکارنے لگا۔
''طٰہٰ میں کچھ نہیں دیکھ پا رہا مجھے تم دکھائی نہیں دے رہے میں دیکھ کیوں نہیں رہا طٰہٰ۔'' اس کی باتوں نے وہاں موجود سبھی کو رلا دیا تھا میں نے آگے بڑھ کر ضیا کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھ میں لے کر چوم لیا۔
''تم ٹھیک ہو جاؤ گے ضیا تم فکر مت کرو ہم سب ہیں نا تمہارے پاس۔'' میں تو فقط اسے دلاسہ دے سکتا تھا۔ اسے یقین دلا رہا تھا کہ وہ ٹھیک ہو جائے گا وہی ضیا جو چند گھنٹوں پہلے چودھویں کی رات میں سفید پتنگ اڑائے پیچا لگا رہا تھا تاروں سے جگمگاتے آسمان تک خوش و خرم دکھائی دے رہا تھا اور پھر میری اور راحت کی ریسٹورنٹ میں ہوئی ملاقات کا احوال جان کر مجھ پر فریفتہ ہوا جا رہا تھا اور کیسے پھر اس نے بائیک نکالی اور شہر کی جگمگاتی روشنیوں کے بیچ وہ سڑک پر ون ویلنگ کرتا ہوا اپنا توازن برقرار نہ رکھ پایا تھا بیتے چند لمحوں نے ہی اسے کہاں سے کہاں لا پٹخا تھا۔ وہی ضیا جو آج مجھ سے گرینڈ پارٹی لینے والا تھا۔ اب ایمرجنسی میں ہمارے سامنے بے بسی سے چلا چلا کر ہمیں پکار رہا تھا کہ اسے دکھائی نہیں دے رہا۔ وہ کیوں کچھ نہیں دیکھ پا رہا؟ اس سوال کا جواب ہم میں سے کسی کے پاس نہ تھا اس کے اس سوال کا جواب ڈاکٹر ہی دے سکتا تھا۔ ضیاء کے ہوش میں آتے ہی ڈاکٹر بھی اس کے پاس ہی موجود تھا اور اب وہ ضیا کی آنکھوں کا معائنہ کر رہا تھا جب اس نے ضیا کے سامنے ہی سبھی کو بتایا کہ ضیا کی آنکھیں بظاہر بالکل ٹھیک ٹھاک لگ رہی تھیں اور مزید تفصیلات جاننے کے لیے انہیں ضیا کے سی ٹی اسکین اور ایم آر آئی اور مزید کچھ ٹیسٹ کرنے ہوں گے ڈاکٹر یہ سبھی ٹیسٹ لکھ کر ہمیں دے گیا تو تھوڑی ہی دیر میں ہم ضیا کو ٹیسٹ کے لیے لیبارٹری لے گئے۔
اسپتال کی لیبارٹری میں ہی ضیا کے سبھی ٹیسٹ

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

لیے گئے تھے اور واپسی تک ضیا کے ابا اس کے لیے وی آئی پی روم تک بک کرا چکے تھے اب ہم اسے سیدھا وہیں لے آئے تھے۔ ایک دم سے اپنی آنکھوں کی بینائی کھو جانے پر وہ صدمے میں لگ رہا تھا اور بار بار مجھے اپنے لیے دعائیں کرنے کو کہہ رہا تھا اور میں اسے تسلی اور دلاسہ دیتا رہا کہ وہ ٹھیک ہو جائے گا اور ہم لوگ پھر سے اس کے گھر کی چھت پر کھڑے رنگ برنگی پتنگیں اڑائیں گے۔ میں اس کے ذرا قریب بیٹھا اسے کہنے لگا ضیا ہم ایک اتنی بڑی پتنگ اڑائیں گے جس کے ایک طرف ضیا اور دوسری طرف طٰہٰ لکھا ہوگا۔'' وہ میری یہ بات سن کر قہقہہ لگا کر ہنسنے لگا نہیں طٰہٰ اب ضیا نہیں اب پتنگ کے ایک طرف طٰہٰ اور دوسری طرف راحت لکھا ہوا میں وہ پتنگ ضرور اڑاؤں گا طٰہٰ اور پھر اسے ہم راحت کے گھر کی چھت پر گرا دیں گے۔

اگلے روز صبح ہی تمام رپورٹس آ گئیں تو ڈاکٹر نے ہمیں ایک اور بری خبر سنا دی۔ ضیا کو دکھائی نہ دینے کی وجہ اس کے سر پر لگنے والی دماغی چوٹ تھی۔ خون اس کے سر سے باہر نکلنے کی بجائے اس کے دماغی خلیوں میں ہی جم کر رہ گیا تھا اور ڈاکٹر اب اس کا واحد علاج نیوروسرجری ہی بتا رہے تھے۔

ضیا کے ماں اور ابا یہ بات جان کر سکتے میں لگ تھے وہ یہ بات ضیا سے چھپائے رکھنا چاہتے تھے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ ضیا کو معلوم پڑے کہ چند روز بعد ہی اسے نیوروسرجری جیسے خطرناک آپریشن سے گزرنا پڑے گا۔ لیکن پھر بھائی مصطفیٰ عالم نے انہیں سمجھایا کہ ہمیں یہ بات ضیا سے ہرگز نہیں چھپانا چاہیے نہیں تو یہ اس کے ساتھ بہت بڑی زیادتی کے مترادف ہوگا جو بھی بات ہے وہ ضیا تک ٹھیک ٹھاک پہنچنی چاہیے وہ اتنا بڑا ہو چکا ہے کہ اب وہ ان سب باتوں کو سمجھ سکتا ہے اس گھڑی میں ضیا کے ساتھ ہی بیٹھا تھا جب اس کی ماں اور ابا کے بجائے بھائی مصطفیٰ عالم نے نیوروسرجری والی بات ضیا کو بتائی وہ اسے یوں سمجھا رہے تھے جب اچانک ضیا نے ایک سوال پوچھ لیا۔

''مصطفیٰ بھائی نیوروسرجری میں بچنے کا چانس کتنے فیصد ہوتا ہے۔'' ضیا کا یہ سوال سنتے ہی کمرے میں جیسے سناٹا چھا گیا۔ اس کے اس سوال پر مجھ سمیت سبھی کا دل جیسے دھک سے رہ گیا۔ ضیا کی ماں خود کو سنبھال نہیں پائی وہ اپنے چہرے کو آنچل میں چھپائے باہر چلی گئیں ضیا کے ابا بھی ان کے پیچھے ہی چلے گئے میں نے جو ہاتھ بڑھا کر ضیا کے کاندھے پر ہاتھ رکھا تو میری آنکھیں چھلک پڑیں۔ میں نے دیکھا مصطفیٰ بھائی بھی کوئی جواب دیے بغیر باہر نکل گئے تھے۔

اب فقط میں ہی ضیا کے پاس موجود تھا جب وہ میرا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر بولا۔

''طٰہٰ میں زندگی بھر تم سے کھیل کے ہر میدان میں آگے رہا ہوں اور اب.....!'' وہ کچھ سوچتے ہوئے رک گیا۔

''اور اب ضیا۔'' میں نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا اور اب..... میں دنیا سے بھی تم سے پہلے.....!'' میں نے اگلی بات سننے سے پہلے ہی اس کے لبوں پر اپنا ہاتھ رکھ دیا اور پھر ہم دونوں ہی رو پڑے۔

اسی روز مجھے راحت کی کال آئی۔ وہ جاننا چاہتی تھی کہ میں اکیڈمی کیوں نہیں آیا میں نے اسے ساری صورت حال سے آگاہ کیا تو پھر وہ بھی فوراً ہی اسپتال آ پہنچی تھی۔ جب وہ کمرے میں

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

پہنچی تو اس وقت ضیا کے پاس کمرے میں فقط میں ہی موجود تھا میں ضیا کے سرہانے بیٹھا تھا اور راحت پھولوں کا بوکے اٹھائے ضیا کے پیروں کی سمت کھڑی تھی اس کے کمرے میں داخل ہوتے ہی کمرہ خوشبوؤں سے مہک اٹھا تھا۔ جب میں نے دھیرے سے ضیا کے کان میں کہا۔

''ضیا تم سے کوئی ملنے آیا ہے۔'' ضیا یہ سنتے ہی اٹھ بیٹھا وہ اس گھڑی بالکل بھی بیمار نہیں لگ رہا تھا یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ بھلا چنگا ہو کر اٹھ بیٹھا ہو اس کے چہرے پر ایک پیاری سی مسکراہٹ سجی تھی اور پھر اس نے یہ بتا کر کہ اس کے سامنے راحت کھڑی ہے۔ اس نے ہم دونوں کو ہی حیران کر دیا تھا۔ راحت کی موجودگی تک کمرہ قہقہوں سے گونجتا رہا پھر میرے ماں اور ابا بھی کمرے میں آ پہنچے تھے۔

یہاں آج پہلی بار میں نے انہیں راحت کا تعارف کرایا تھا اس روز بڑے ابا ان کے ہمراہ نہ آئے تھے یہی وجہ تھی کہ وہ یہ بات نہیں جانتے تھے کہ راحت اور میں ایک ساتھ اکیڈمی میں پڑھتے تھے اس کے گاڑی میں بیٹھنے تک میں اسے اپنے دوست ضیا کے لیے دعائیں کرنے کو کہتا رہا۔ پھر اس کے گاڑی میں بیٹھتے ہی ڈرائیور گاڑی لے کر آگے بڑھ گیا اور میں پلٹ کر واپس ضیا کے پاس چلا آیا تھا۔

اسی روز ضیا کے ابا ڈاکٹر سے ملے تھے جب ڈاکٹر نے انہیں اگلے دن صبح دس بجے آپریشن کا وقت دے دیا تھا۔ وہ چند روز تک ادویات دیتے رہے تھے کہ ہو سکتا ہے کہ ادویات سے ہی کچھ بہتری آ جائے لیکن اب ڈاکٹر مزید دیر نہیں کرنا چاہتے تھے۔

اگلے روز صبح ہم سبھی ضیا کے پاس موجود تھے ہم اسے حوصلہ اور یقین دلا رہے تھے کہ اس آپریشن کے بعد وہ بالکل ٹھیک اور تندرست ہو جائے گا وہ پھر سے اپنی آنکھوں سے اس دنیا کی خوب صورتی کو دیکھ سکے گا۔ اس کے چھوٹے بہن بھائی بھی اس کے ارد گرد موجود تھے اور چھوٹی جو ابھی اتنی چھوٹی تھی کہ وہ یہ سبھی باتیں ابھی نہ سمجھتی تھی وہ بھی ضیا کے قریب سہمی ہوئی سی بیٹھی تھی۔ میں اسے بار بار کہہ رہا تھا۔

''چھوٹی اللہ تعالیٰ سے دعا کرو ضیا بھائی جلدی ٹھیک ہو کر گھر چلے جائیں۔'' وہ میری بات سن کر اسے دہرا رہی تھی۔

''اللہ تعالیٰ ضیا بھائی جلدی ٹھیک ہو جائیں۔''

اب پونے دس ہو رہے تھے جب ضیا کو آپریشن تھیٹر لے جانے کی تیاری ہو رہی تھی۔ جب اچانک اس نے یوں بچوں کی طرح چلانا شروع کر دیا تھا وہ یہ آپریشن کرانا نہیں چاہتا تھا۔ ابھی چند لمحوں پہلے تک ہمیں اندازہ نہ تھا کہ ضیا جسے ہم ایک روز پہلے سے امید دلا رہے تھے اسے حوصلہ رکھنے کی تلقین کرتے رہے تھے اب آپریشن سے ذرا پہلے وہ اتنا خوف زدہ ہو جائے گا کہ آپریشن کرانے سے ڈرنے لگے گا۔ ضیا کے ابا اسے ایسا کرتا دیکھ کر اس پر جھکے اس کے دونوں ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے کر انہیں چومتے ہوئے بولے۔

''میرے بیٹے ہم تمہیں تندرست دیکھنا چاہتے ہیں۔'' قریب ہی کھڑی ضیا کی ماں یہ سب دیکھ کر اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ پائی تھی اور میری ماں انہیں دلاسہ دے رہی تھی دادی ماں عینک کے پیچھے ٹپ ٹپ گرتے موتیوں کی لڑی کو اپنے آنچل میں

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

سموتی جارہی تھی۔ ضیا کے ابا انہیں ذرا سہارا دے کر ضیا کے پاس لے آئے اور وہ اپنی بھرائی ہوئی آواز میں بولیں۔

''ضیا پتر تجھے کچھ نہیں ہوگا، کبرا نہ پتر۔'' وہ ابھی اتنا ہی بول سکی تھی جب اسپتال کا عملہ ضیا کو آپریشن تھیٹر لے گیا۔ تھوڑی ہی دیر میں آپریشن تھیٹر کی لال بتی جل اٹھی۔ اس کا مطلب تھا آپریشن کا آغاز ہو چکا تھا ہم سبھی دل ہی دل میں ضیا کی صحت کے لیے دعائیں کرنے لگا۔ میرے قریب ہی ضیا کی دادی ماں بیٹھی سر جھکائے تسبیح پڑھ رہی تھی اس سے پہلے کہ وہ اپنا جھکا ہوا سر اٹھا کر میری طرف دیکھتی میں نے جگہ بدل لی۔ مجھ میں اتنا حوصلہ نہ تھا کہ میں دادی کی نگاہوں میں اٹھتے سوالوں کے جواب دے پاتا ابھی چند روز پہلے ہی تو انہوں نے ضیا کی شکایت لگاتے ہوئے میری ایک ڈیوٹی لگائی تھی کہ میں ضیا کو ون ویلنگ جیسے خطرناک کھیل سے روکوں اور پھر ون ویلنگ کرتے ہوئے پیش آئے حادثہ کے وقت میں ہی تو اس کے ہمراہ موجود تھا اس سے پہلے کہ میں اسے ایسا کرنے سے روکتا ضیا کو حادثہ پیش آچکا تھا۔

اب جس جگہ میں دیوار سے لگا کھڑا تھا اس جگہ دیوار کے مخالف سمت میرے عین بالکل سامنے اسلامک کیلی گرافی کا ایک کافی بڑا فن پارہ نصب تھا جس پر اسماء الحسنٰی اور اسما محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہایت خوب صورتی سے لکھے گئے تھے اللہ تعالیٰ اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر صفاتی نام کی نسبت اور تاثیر کی مناسبت سے مختلف رنگوں کا استعمال اس فن پارے کو بنانے والے کے دل میں اللہ اور اس کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے بے پناہ عشق کا ثبوت تھا۔ وہی کھڑے کھڑے نہ جانے کیسے میرے دل میں اس آرٹ کو سیکھنے کی خواہش نے جنم لیا اور میں سوچنے لگا کہ جب ضیا اچھا ہو جائے گا اور مجھے فرصت کہ کچھ لمحے میسر آئیں گے تو میں اسلامک کیلی گرافی کے اس فن کو ضرور سیکھوں گا اور ساتھ ہی ساتھ میں اسما الحسنٰی اور اسما محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ورد کرتے ہوئے ضیا کی صحت یابی کے لیے دعا کرنے لگا۔ بالآخر ایک طویل آپریشن کے بعد جب آپریشن تھیٹر کی لال بتی اچانک بجھی تو ڈاکٹر کو باہر آتا دیکھ کر سبھی جو بیٹھے تھے وہ بھی اٹھ کھڑے ہوئے اور اگلے ہی لمحے ڈاکٹر کی زبانی یہ الفاظ سن کر کہ ضیا اب اس دنیا میں باقی نہیں رہا وارڈ چیخ و پکار سے گونج اٹھا عین اس لمحے مجھے لگا اگر میں نے دیوار کا سہارا نہ لیا تو میں اپنے پیروں پر کھڑا نہ ہو پاؤں گا میں دیوار سے پیشانی ٹکائے بے بسی سے روتا رہا میرے عقب میں ضیا کے ماں ابا، دادی اور خود میرے گھر والوں کا بھی یہی عالم تھا ضیا ایک ہی پل میں ہم سے بچھڑ کر عالم برزخ میں جا پہنچا تھا جہاں سے پھر پلٹ کر کوئی نہیں آتا ہم چاہے کتنا ہی رو پیٹ لیں کئی کئی روز تک ان کو یاد کرتے کھانا پینا چھوڑ دیں ہمیں اپنے خالق کی رضا با رضا ہی ہونا پڑتا ہے۔ ضیا سے بچھڑنا میرے لیے اس لیے قدر شدید صدمہ تھا کہ پھر کئی روز تک میں نے خود کو گھر میں ہی قید کر لیا تھا۔

ایک روز مجھے راحت کی کال آئی وہ بھی ضیا کی اچانک ہوئی موت پر بے حد غم زدہ تھی اور اب مجھ سے ملنا چاہتی تھی اس نے مجھے کچھ کہنے کا موقع ہی نہیں دیا اور یہ کہہ کر فون بند کر دیا کہ وہ مجھ سے ملنے میرے گھر آرہی ہے۔

چچا مرزا کی بات سن کر میں ایک دم سے

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

خیالوں کے دائرے سے پلٹا اور با آواز بلند مجھ پر ہی برس رہے تھے۔

''یہ کیا بتائے گا لڑکی کہاں ہے کبھی کسی چور نے بھی اپنی چوری قبول کی ہے لڑکی اگر گھر میں آئی ہے تو اسے ہم خود ہی کھول لیں گے۔ چلو عبدالقادر اور مائیکل تم بھی میرے ساتھ چلو۔'' چچا اتنا کہہ کر آگے کمروں کی جانب بڑھ گئے اور بڑے ابا غصے کے عالم میں مجھے خشمگیں نگاہوں سے دیکھتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے جب ماں میرے پاس آتے ہی بولی۔

''طٰہٰ یہ سب کیا ہو رہا ہے میں یہ سب کیا دیکھ رہی ہوں بیٹا؟'' ماں حیرت زدہ سی میرے قریب آ کر مجھ سے سوال کر رہی تھی۔ جانے یہ مرزا کیوں میرے اور میرے بچوں کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گیا ہے۔'' اتنا کہہ کر وہ مجھے ٹھوکا سا لگا کر اپنے ساتھ لے کر آگے بڑھ گئے اور اب ہم دونوں باپ بیٹا چچا مرزا کے پیچھے ہو لیے ہمارے ان تک پہنچنے تک وہ ایک کمرے کا معائنہ کر چکے تھے اور پھر وہ بابا عبدالقادر اور مائیکل کو کچھ ہدایات دیتے ہوئے میرے کمرے کی جانب بڑے انہیں اپنے کمرے کی جانب بڑھتا دیکھ کر میں نے اپنے ابا کی جانب دیکھا وہ میرا چہرہ دیکھتے ہی سارا معاملہ سمجھ گئے تھے وہ چچا کو میرے کمرے میں جانے سے روکنے کے لیے آگے بڑھتے ہوئے چچا سے مخاطب تھے۔

''رک جاؤ مرزا۔'' لیکن ابا کے انہیں آواز دینے تک وہ میرے کمرے میں داخل ہو چکے تھے ابا نے بابا عبدالقادر اور مائیکل کو باہر ہی رکنے کا اشارہ کیا اور پھر چچا کے پیچھے ہی میں اور ابا بھی کمرے میں پہنچ گئے چچا نے ابھی ایک پردہ ہٹایا ہی تھا جب وہ ابا کی آواز پر وہی رک گئے۔

''مرزا یہ سب تم بہت غلط کر رہے ہو۔ کیا طٰہٰ یا مصطفیٰ تمہارے بچوں جیسے نہیں۔'' چچا مرزا جو ابا کی بات سن کر رک گئے تھے اور جو غصے سے بے قابو ہو رہے تھے۔ انہوں نے ایک نگاہ مجھ پر ڈالی اور خشمگین نگاہوں سے میری جانب دیکھتے ہوئے بولے۔

''میرے بچوں جیسے ہیں اسی لیے تو انہیں سزا دینا چاہتا ہوں کہ کہیں یہ تم جیسے نہ ہو جائیں خورشید عالم۔'' چچا اتنا کہہ کر غصے سے ہاتھ ملتے باہر نکل گئے اور ابا کچھ دیر تک ساکت کھڑے چچا کی بات کا مفہوم سمجھنے کی کوشش کرتے رہے اتنے میں، میں نے راحت کو باہر آنے کو کہا اور وہ ہمارے عقبی جانب لگے پردے کے پیچھے سے باہر چلی آئی۔ ابا نے اسے دیکھتے ہی جیسے اپنا مزاج درست کیا اور اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر اسے پیار دیتے ہوئے تسلی دینے لگے کہ وہ اسے باعزت طریقے سے اس کے گھر چھوڑ کر آئیں گے۔

ابھی ابا وہاں کھڑے اسے تسلی دے ہی رہے تھے کہ جب ماں بھی ہمارے تعاقب میں میرے کمرے تک آ پہنچی اور پھر جیسے وہ ایک بار پھر سے میرے اور ابا کے درمیان کالا عبایا پہنے کھڑی راحت کو دیکھ کر ششدر سی ہو کر رہ گئی راحت نے انہیں سلام کیا تو جیسے انہیں یقین آیا کہ وہ خواب نہیں دیکھ رہی بلکہ ان کے سامنے واقعی ہی چوہدری عبدالغنی کی بیٹی راحت عبدالغنی کھڑی تھی۔ اسے دیکھتے ہی ماں سارا ہی کھیل سمجھ چکی تھی۔ بڑے ابا کے شدید غصے سے بھرے کلمات، چچا مرزا کی سارے گھر میں چھان بین اب یہ راز ان پر عیاں ہو چکا تھا پچھلے کئی لمحوں سے وہ باہر لگی کچہری میں کھڑی جو کچھ سمجھ نہیں پا رہی تھی اب وہ

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

عقدہ ان پر کھل چکا تھا میں نے اور ابا نے انہیں ملنے گھر آئیں گے۔

اس بات سے بے خبر رکھا تھا اس بات کو محسوس کرتے ہوئے ماں جیسے کمرے میں داخل ہوئی تھی اب راحت کو میرے اور ابا کے ساتھ کمرے میں موجود پا کر الٹے پیروں لوٹ گئی۔ ماں کے راحت سے بات کیے بغیر باہر نکل جانے پر راحت نے حیرت سے میری جانب دیکھا وہ تو فقط مجھ سے میرا حال دریافت کرنے آئی تھی اور پھر اس کے میرے کمرے میں آتے ہی میں نے پہلے اسے پردے کے پیچھے چھپا دیا پھر دیر تک وہ وہیں چھپی میرے لوٹنے کا انتظار کرتی رہی پھر چچا مرزا جو اسے ڈھونڈتے کمرے میں آ پہنچے تھے وہ باتیں بھی اس نے سن لی تھیں اور اب ماں کا رویہ بھی اسے عجب لگ رہا تھا لیکن اس سے پہلے جب سبھی میرے مخالف ہو گئے تھے۔ میرے ابا نے جو میرا ساتھ دیا تھا اور بڑے ابا کی نگاہ میں مجھے گرنے سے بچا لیا تھا۔ میں ان کا یہ احساس کبھی نہیں بھول سکتا تھا چاہے اس وقت میرا ساتھ دینے کے پیچھے ان کے کتنے ہی مفاد چھپے تھے لیکن اس سب کے باوجود ان کا وقار میری نظر میں بہت بڑھ گیا تھا پھر ابا کچھ دیر تک مجھے اور راحت کو کمرے میں چھوڑ کر چلے گئے تھے اور تھوڑی ہی دیر میں جب وہ لوٹے تو انہوں نے مجھے اور راحت کو اپنے ساتھ باہر آنے کو کہا باہر پورچ میں آنے تک میں نے دیکھا ابا نے ساری ہی بتیاں بجھا دی تھیں پھر وہ خود ہی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے اور انہوں نے گاڑی چوہدری عبدالغنی کے گھر سے ذرا پہلے ہی روک دی راحت گاڑی سے اتر کر مجھے اور ابا کو گھر چلنے کے لیے اصرار کرتی رہی لیکن ابو اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر دعا دیتے ہوئے بولے کہ وہ جلد ہی اس سے

گاڑی واپس موڑتے ہوئے اپنے گھر پہنچنے تک ابا نے جو بھی باتیں مجھ سے کیں ان باتوں نے ساری ہی رات مجھے جگائے رکھا میرے ابا کی انہی باتوں کی وجہ سے ان لمحوں کو بھی بھول گیا تھا جب بڑے ابا اور چچا مرزا مجھے خطاوار ثابت کرنے کی کوشش میں لگے تھے اور چچا تو واقعتاً ایسا کر گزرتے اگر ابا ان کے تعاقب میں میرے کمرے میں پہنچ کر انہیں روکتے نا اور میرے وہی بے حد اچھے ابا راحت کو اس کے گھر پہنچا کر راستہ میں مجھ سے دریافت کرنے لگے کہ اگر ان کا بیٹا اور راحت ایک دوسرے کو بہت چاہتے ہیں تو پھر وہ چوہدری عبدالغنی سے ان کی بیٹی کا ہاتھ اپنے بیٹے طٰہٰ کے لیے مانگ لیتے ہیں۔"

ابا کی یہ بات سن کر چند لمحوں تک تو مجھے اپنی سماعت پر ہی یقین نہیں آیا کہ میرے ابا جو چوہدری عبدالغنی کے سیاسی حریف تھے وہ اتنی بات کہہ سکتے تھے کہ وہ خود چوہدری عبدالغنی کے گھر جا کر اپنے بیٹے کے لیے ان کی دختر کا ہاتھ مانگیں گے پھر راستہ بھر ابا اور میں اسی موضوع پر بات کرتے تھے اور اب اپنے کمرے میں پہنچ کر یہی سوچتے ہوئے جیسے میری نیند ہی اڑ چکی تھی ابھی تو فقط ابا نے مجھ سے اس سلسلے میں بات ہی کی تھی لیکن میں جیسے ابھی سے راحت کو پا لینے کی خوشی میں پھولے نہ سما رہا تھا۔ جب ایک دم سے مجھے ضیا کا خیال آ گیا آج اگر وہ زندہ ہوتا تو اسے یہ سن کر کتنی خوشی ہوتی ضیا کا خیال آتے ہی میں مضطرب سا ہو کر اس کی مغفرت کے لیے سوہنے رب کے حضور دعائیں کرنے لگا۔

اگلے روز صبح سویرے ہی ماں میرے کمرے

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

میں آئی وہ جو رات غصے کے عالم میں راحت سے ملے بغیر ہی کمرے سے چلی گئی تھی۔ اب یکسر بدلی ہوئی لگ رہے تھی۔ وہ کمرے میں پہنچتے ہی پہلے مجھے یوں پیار سے جگانے لگی جیسے میرے بچپن کی ہر صبح وہ میری پیشانی چوم کر مجھے جگایا کرتی تھی۔ میں نے جاگتے ہی اپنا سر ماں کی گود میں رکھ دیا اور وہ پیار سے میرے بال سہلاتے ہوئے بولی۔

''میرا بیٹا اتنا بڑا ہو گیا ہے کہ اب وہ مجھ سے اپنی باتیں بھی چھپانے لگا ہے۔'' میں ماں کی بات کا مفہوم سمجھ چکا تھا کہ وہ مجھ سے کس بات کے چھپانے کا شکوہ کر رہی تھی بس میں کچھ دیر تک یونہی خاموش رہا اور پھر بولا۔

''ماں میں نے آپ کو راحت سے ملوایا تھا جب ضیا اسپتال میں تھا وہ اس سے ملنے آئی تھی وہیں آپ اور ابا کو میں نے راحت سے ملوا دیا تھا۔'' میری یہ بات سنتے ہی ماں جھٹ سے بولی۔

''ہاں بیٹا جی یاد ہے مجھے تم نے اسے اپنے ابا کو اس سے ضرور ملوایا تھا اور ہمیں پوچھے بنا ہی یہ بھی بتا دیا تھا کہ راحت تمہارے ساتھ اکیڈمی میں پڑھتی ہے۔'' اور پھر اگلی بات کہنے سے پہلے ماں نے میرے گال پر اپنے ہاتھ سے ایک چپت لگائی اور بولی۔

''بیٹا جی آپ نے یہ بات تو ہم سے چھپائے ہی رکھی کہ آپ اور راحت ایک دوسرے سے بے پناہ محبت بھی کرتے ہیں۔'' ماں کی یہ بات سن کر میں شرما کر ماں کی گود میں اور بھی سمٹ گیا تھا۔ جب اگلی بات سن کر میرا جی چاہ رہا تھا کہ میں ماں کی گود میں سر رکھے یونہی پڑا رہوں اور ماں میرے بالوں کو سہلاتے ہوئے بولتی رہی۔ وہ مجھے بتا رہی تھی کہ میرے ابا، بڑے ابا سے اس سلسلے میں ہی بات کرنے گئے تھے کہ وہ چوہدری عبدالغنی کے ہاں طٰہٰ کے لیے ان کی بیٹی کا ہاتھ مانگنے جانا چاہتے ہیں پھر اماں میرے ساتھ شادی کی تیاری تک کی باتیں کر کے چلی گئی اور میں اپنے بستر پر پڑا سوچنے لگا کہ جب میرے ابا خورشید عالم بڑے ابا سے میرے اور راحت کے رشتے والی بات کریں گے تو کیا وہ اس رشتے پر راضی ہوں گے یہ خیال ذہن میں اٹھتے ہی اب میں عجب سی سمائی کیفیت میں مبتلا ہو رہا تھا ایک رات پہلے میں نے بڑے ابا کو کس قدر شدید غصے میں دیکھا تھا جب کسی نے انہیں یہ اطلاع کر دی تھی کہ چوہدری عبدالغنی کی بیٹی چوری چھپے ان کے پوتے سے ملنے ان کے گھر موجود تھی لیکن پھر میرے ابا خورشید عالم کی مداخلت پر وہ یہ ثابت نہیں کر پائے تھے کہ راحت واقعتاً گھر میں موجود تھی یا نہیں اور پھر یہ سوچ کر مجھے کچھ سکون ملا اور ساتھ ہی میں دعائیں کرنے لگا کہ یا اللہ میرے بڑے ابا کو اس رشتے پر کوئی اعتراض نہ ہو کیونکہ ایک وہی تھے جن کے راضی ہونے پر بات آگے بڑھ سکتی تھی تھوڑی دیر تک میں یونہی خیالوں میں گم بستر پر پڑا رہا اور پھر بستر سے نکل کر تازہ دم ہو کر میں نے اپنے کمرے سے ایک قدم باہر رکھا ہی تھا کہ جب میں نے دیکھا ابا میری طرف ہی بڑھ چلے آ رہے تھے انہوں نے قریب آتے ہی مجھے اپنے گلے سے لگا لیا وہ بے حد خوش دکھائی دے رہے تھے انہی کی زبانی مجھے معلوم پڑا کہ بڑے ابا کو میرے اور راحت کے رشتے پر کوئی اعتراض نہ تھا بلکہ انہیں تو یہ جان کر بے حد خوشی ہوئی تھی وہ نہیں چاہتے تھے کہ ان کی جوان اولاد غلط راہ پر چل نکلے ابا یہ خوش خبری سنا کر چلے گئے اور میں جو یہ خوش خبری سن کر پھولے نہ سما رہا تھا مجھے ایک بار پھر اپنے

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

دوست ضیا کا خیال آ گیا اور میں وہیں سے الٹے پیروں اپنے کمرے میں لوٹ گیا۔

اگلے روز جب ماں، مصطفیٰ عالم ابا اور بڑے ابا چوہدری عبدالغنی کے ہاں جانے کی تیاری کر رہے تھے عین وقت پر چچا مرزا نے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔ چچی جو ابھی ابھی اپنے کمرے سے تیار ہو کر باہر آئی تھی وہ بھی چچا کا انکار سن کر حیرت زدہ سی رہ گئی کہ اچانک سے یہ انہیں کیا ہو گیا تھا وہ بار بار یہی کہہ رہے تھے کہ باقی سب جاتے ہیں تو جائیں لیکن وہ نہیں جائیں گے بلکہ وہ بڑے ابا کو بھی ساتھ جانے سے روکتے رہے پھر میرے ابا کے استفسار پر کہ وہ ان کے ہمراہ کیوں نہیں جانا چاہتے انہوں نے تلخ کلامی سے جواب دیتے ہوئے کہا کہ وہ جانتے ہیں کہ چوہدری عبدالغنی کبھی اس رشتے کو قبول نہیں کریں گے اور وہ وہاں جا کر اپنی بے عزتی نہیں کرانا چاہتے۔ اس سے پہلے کہ چچا کے ایسے جواب کا میرے ابا کوئی جواب دیتے بڑے ابا نے انہیں اشارتاً ایسا کرنے سے روک دیا اور پھر وہ ابا سے کہنے لگے کہ اگر مرزا نہیں جانا چاہتا تو یہ ان کا اپنا فعل ہے وہ خاندان بھر کی خوشیوں میں اگر شریک نہیں ہونا چاہتا تو نہ ہو ہم کسی کے ساتھ کوئی زور زبردستی کا معاملہ نہیں رکھیں گے اگر چوہدری عبدالغنی اس رشتے سے انکار کرنا چاہتے تو پھر وہ ہمیں گھر بلاتے ہی کیوں، وہیں کھڑے کھڑے چچا نے بڑے ابا کی یہ باتیں سن کر چچا کو اشارہ کیا اور پھر وہ ساتھ چلنے کے لیے راضی ہو گئے یہ دیکھ کر ماں، ابا، بڑے بھائی، مصطفیٰ عالم اور بڑے ابا ہم سبھی خوش ہو گئے کہ ایسے موقع پر سب کو ایک ساتھ ہی ہونا چاہیے تھا۔

جب سبھی چوہدری عبدالغنی کے ہاں بات طے کرنے کو چلے گئے تو میں اب گھر پر تنہا ہی تھا اور میرا وقت گزارنا بے حد دشوار ہو رہا تھا میں نے راحت سے گپ شپ لگانے کو جو کال کی تو چند ایک باتوں کے بعد اس نے بھی یہ کہہ کر کال کاٹ دی کہ وہ بے حد مصروف ہے یوں وہ ایک ایک پل میں نے گن گن کر گزارا اور پھر جو رات گئے سبھی واپس لوٹے تو مبارک بادیوں اور میٹھے میٹھے قہقہوں سے ساری حویلی جھوم اٹھی۔ چوہدری عبدالغنی نے مہمان نوازی اور خاطر مدارت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی چچی اور چچا مرزا جن کو ہمراہ لے جاتے ہوئے کچھ تلخ کلامی بھی ہو گئی تھی اب گاڑی سے اترتے ہی انہوں نے مجھے گلے سے لگاتے ہوئے مبارک باد دی تو حویلی کے کسی کونے میں دبکی بیٹھی چچا مرزا کی دونوں صاحبزادیاں آمنہ اور یومنہ بھی یہ آوازیں سن کر وہاں پہنچ گئیں یومنہ تو اس وقت بہت چھوٹی تھی آمنہ نے بھی مجھے مبارک باد دی۔ وہ بھی بہت خوش لگ رہی تھی اور جب میں نے ماں سے منگنی کی رسم کے حوالے سے دریافت کیا تو گویا انہوں نے مجھے یہی بتا کر حیران کر دیا کہ ابھی تو چوہدری عبدالغنی نے سوچنے کے لیے کچھ مہلت طلب کی تھی لیکن ساتھ ہی وہ مجھے بتانے لگی کہ سبھی وہاں دونوں خاندانوں کے جڑنے سے اتنا خوش تھے کہ سمجھو کہ رشتہ تو پکا ہو ہی چکا ہے پھر ان کی یہ بات سن کر مجھے کچھ تسلی ہوئی۔

اگلے روز یہ خبر سارے شہر میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل چکی تھی میرے وہ دوست جن سے ابھی میں نے راحت کا ذکر تک نہ کیا تھا وہ بھی مجھے کال کر کے مبارک باد دے رہے تھے باہر طرح طرح کے تبصرے ہو رہے تھے کوئی اس بات پر یقین کرنے کو تیار ہی نہ تھا اور کوئی اس فیصلے کو

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

WWW.PAKSOCIETY.COM

درست قرار دے رہا تھا۔ کئی جواریوں نے تو جوا لگا دیا تھا اور میں ابھی تک نہیں جانتا تھا کہ جیت کسے ملنے والی تھی ہارنے والا کون تھا میں تو فقط اس نشے میں ڈوبا مست ہوا رہتا تھا کہ راحت میری ہونے جا رہی تھی میری پہلی چاہت میرا سکھ چین راحت ہمیشہ ہمیشہ کے لیے میری ہو رہی تھی۔

ابھی اس بات کو چند روز ہی بیتے تھے کہ گھر میں پھر ایک نیا فساد برپا ہو گیا میرے ابا خورشید عالم اور چچا مرزا کے درمیان پھر سے جھگڑا شروع ہو گیا تھا اور اس جھگڑے کی شروعات وہاں سے ہوئی جب چچا مرزا نے بڑے ابا سے آمنہ اور میرے بڑے بھائی مصطفیٰ عالم کے رشتے والی بات کی وہ چاہتے تھے کہ اگر میرے ابا نے میرا رشتہ خاندان سے باہر کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا تو پھر اپنے بڑے بیٹے مصطفیٰ عالم کے لیے ان کی بیٹی آمنہ کا رشتہ قبول کر لیں اور جب طٰہٰ کی منگنی ہو تو پھر ساتھ ہی ان کی بیٹی اور مصطفیٰ عالم کی منگنی بھی ایک ساتھ ہو جائے لیکن جب بڑے ابا نے چچا مرزا کی خواہش ابا کو بتائی تو ماں نے ابا سے یہ بات سن کر فوراً ہی اس رشتے کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا وہ چاہتی تھی کہ ان کا بیٹا جو ایم فل کر رہا تھا پہلے اپنی تعلیم مکمل کرے تو پھر وہ اس کی شادی کے حوالے سے سوچیں گے لیکن ماں کی کہی یہ بات فقط رشتے کو ٹالنے کا ایک جواز تھا درحقیقت تو اس رشتے سے انکار کی وجہ آمنہ کی تعلیم تھی وہ ایف اے کے بعد تعلیم چھوڑ چکی تھی اور یوں چچا یہ انکار برداشت نہ کر سکے تھے انہوں نے پھر سے جائیداد کا مطالبہ اٹھا لیا۔

میرے ابا اور چچا مرزا کے درمیان ابھی یہ سرد جنگ جاری ہی تھی کہ جب ایک روز بڑے ابا نے سبھی کو اپنے پاس طلب کر لیا مجھ سمیت سبھی کا خیال یہی تھا کہ شاید بڑے ابا چچا مرزا اور خورشید عالم کے درمیان چل رہی رنجش کو مٹانے اور دونوں بھائیوں کے درمیان صلح کرانے کے لیے سبھی کو اکٹھا کر رہے تھے لیکن جب سبھی وہاں جمع ہو گئے تو بڑے ابا نے نہایت افسوس کے ساتھ یہ بات بتائی کہ چوہدری عبدالغنی نے اپنی بیٹی کا ہاتھ دینے سے انکار کر دیا ہے۔ بڑے ابا کی زبانی یہ بات سن کر مجھ سمیت سبھی نے تاسف سے ایک دوسرے کی جانب دیکھا جیسے انہیں بھی میری طرح اپنی سماعت پر یقین نہیں آ رہا تھا پھر بڑے ابا ذرا تفصیل سے بتانے لگے کہ چوہدری عبدالغنی نے فون پر ان سے رابطہ کیا اور بتایا کہ انہیں اس رشتے پر کوئی اعتراض نہ تھا لیکن اب وہ مجبور تھے انہوں نے جب اپنے خاندان والوں سے بات کی تو انہوں نے اس رشتے کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا اور وہ اپنے خاندان کے خلاف نہیں جانا چاہتے تھے بڑے ابا ابھی یہ ساری تفصیل بتا رہی رہے تھے کہ جب چچا مرزا اپنی نشست سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

''اور ڈھول پیٹتے پھر سارے شہر میں کہ ہم لوگوں نے چوہدری عبدالغنی کے ہاں رشتہ پکا کر لیا ہے۔'' وہ عجیب مضحکہ خیز انداز میں بات کر کے کمرے سے باہر نکل گئے۔

(باقی ان شاء اللہ آئندہ ماہ)

www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY